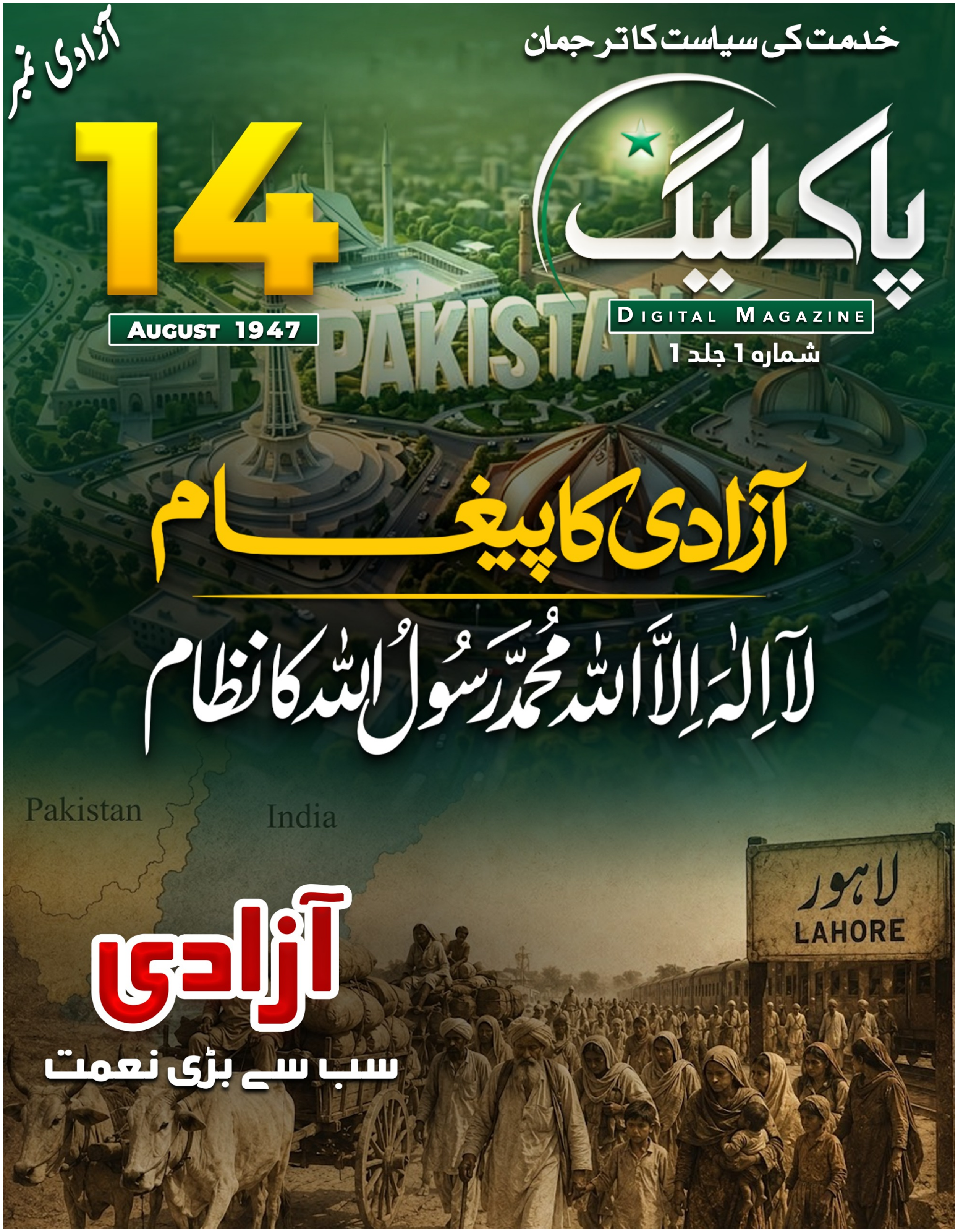

آزادی نمبر
خدمت کی سیاست کا ترجمان
پاک لیگ
DIGITAL MAGAZINE
شمارہ 1 جلد 1
14
AUGUST 1947
PAKISTAN
آزادی کا پیغام
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کا نظام
Pakistan
India
لاہور
LAHORE
آزادی
سب سے بڑی نعمت

فرمان الہٰی

• ﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (سورۃ الأنفال: 26)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب تم تعداد میں بہت کم تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تمہیں اندیشہ رہتا تھا کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے، پھر اللہ نے تمہیں پناہ دی، اپنی مدد سے تمہیں قوت بخشی، اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔"

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

• وطن سے محبت (مکہ سے خطاب) جب رسول اللہ ہجرت کے وقت مکہ سے نکلے تو فرمایا:

«وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ»

ترجمہ: "اللہ کی قسم! تو اللہ کی بہترین زمین ہے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے تجھ سے نہ نکالا جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔" — سنن ترمذی (صحیح)

فرمان قائد

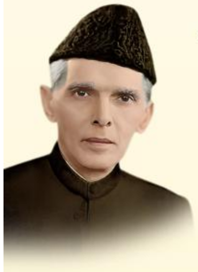

• میں نے مسلمانوں اور پاکستان کی جو خدمت کی ہے وہ اس نام کے ادنی سپاہی اور خدمت گزار کی حیثیت سے کی ہے۔ اب پاکستان کو دنیا کی عظیم قوم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کے لیے اپ میرے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔ میری ارزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے جو ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور کی عملی تصویر عملی طور پر کھینچ جائے۔ خدا میری اس ارزو کو پورا کرے۔

حوالہ: قائد اعظم اور اسلام صفحہ 100

فرمان اقبال

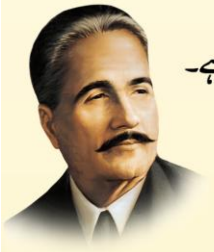

• "اسلام محض ایک کلیسا یا مذہبی ادارہ نہیں ہے۔" اسلام میں دین فرد کی زندگی ہی نہیں بلکہ ریاستی زندگی میں بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

"میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد ریاست کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

"اقتباس خطبہ الہ آباد

پاک لیگ

پاک لیگ
اگست 2026
شمارہ 01
جلد 01
ایڈیٹر انچیف: علی عمران شاہین
نگران: خالد مسعود سندھو
ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

فہرست

صفحہ نمبر	اداریہ	
04	پاکستان کے مسائل کا حل	
06	جماعت کی اہمیت	ڈاکٹر محمد یوسف طیبی
11	قیام پاکستان کیوں ہوا	علی عمران شاہین
14	قیام پاکستان -- پہلی اینٹ	ڈاکٹر صفدر محمود
16	کیسے بنا پاکستان	عبدالوارث ساجد
19	خدمت خلق	حمزہ شاہد
21	آزاد خطے کا الیکشن	طہٰ منیب
24	کشمیریوں کا احتجاج	فیصل ندیم
25	مہنگائی اور بھاری ٹیکسوں کا عذاب	میگزین رپورٹ
04		

ڈیزائنر: عبدالمعیز بن عبدالسلام

اداریہ

نئے صوبے یا کچھ اور ——
پاکستان کے مسائل کا اصل حل کیا ہے؟

اس وقت پاکستان میں جو سب سے بڑی بحث چل رہی ہے، وہ ملک کو مزید صوبوں میں تقسیم کرنے کی ہے۔ کہا جارہا ہے، بلکہ تاثر بھی یہی پیدا کیا جارہا ہے کہ اگر پاکستان کو دو درجن سے زائد مزید صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، سارے مسائل حل ہو جائیں گے اور پورے ملک کے عوام کو امن و سکون مل جائے گا۔

کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ کیا نئے صوبے ہی پاکستان کے ہر درد کی دوا ہیں؟ آیئے، اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نئے صوبوں کی تشکیل سے کئی مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً اس عمل سے انتظامی امور عوام کے زیادہ قریب آجائیں گے، دور دراز کے دیہی علاقوں کو ترقی کے زیادہ مواقع مل سکتے ہیں، ملکی و قومی وسائل کی تقسیم نسبتاً بہتر ہو سکتی ہے، مقامی حکومت اور احتساب کا نظام مضبوط ہو سکتا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ جو کچھ اس وقت صوبوں کو مذہب اور قومیت کی طرح ناقابلِ تقسیم چیز بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، شاید اس سوچ کا بھی کوئی حل نکل سکے۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ صوبے کسی مذہب، عقیدے، قوم یا نسل کا نام نہیں ہوتے۔ یہ تو محض ایک انتظامی نوعیت کا فیصلہ اور معاملہ ہوتا ہے، جسے آگے پیچھے بھی کیا جاسکتا ہے اور ختم بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی صوبے کے لوگ صوبے کی لکیروں کو اپنی قوم، نسل یا زبان کے ساتھ جوڑ لیں اور اسے اپنے وجود و بقا کی بنیاد بنا لیں تو یہ کسی صورت درست نہیں ہو گا۔

ہمارے خیال میں اس سوچ کو ختم کرنے اور ملک و ملت کے رنگ و نظریے کو مضبوط کرنے کے لیے بھی نئے انتظامی یونٹس کا قیام ضروری ہو سکتا ہے۔ جیسے کل تک ضلع کہلانے والے علاقے آج ڈویژن ہیں، اور اضلاع کو بھی چھوٹا کیا گیا اور کیا جارہا ہے، تو صوبوں میں بھی یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیے۔

البتہ یہاں کچھ مسائل اور رکاوٹیں ضرور ہیں۔ سب سے پہلے نئے صوبوں کے قیام پر آنے والے بھاری اخراجات کا حساب اور اس کے لیے وسائل کا انتظام ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے، جتنے زیادہ انتظامی یونٹ یا صوبے بنیں گے، ان کے لیے معاشی وسائل بھی اتنے ہی زیادہ درکار ہوں گے۔ فی الحال ہمارے لیے نئے صوبوں کی تشکیل میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ نظر آتی ہے۔

اس کے علاوہ بعض لوگوں، خصوصاً خود ساختہ قوم پرستوں کا اس عمل میں رکاوٹ بننا بھی ایک مسئلہ ہے۔ بہت سے لوگوں کے نزدیک اس کا ایک حل یہ بھی ہے کہ تمام صوبے ہی ختم کر کے ایک ہی مرکزی انتظامی یونٹ قائم کر دیا جائے، جس سے مضبوط مرکزی حکومت فیصلے زیادہ تیزی سے کر سکے گی۔ اس فیصلے سے بعض انتظامی اخراجات کم ہو سکتے ہیں اور قومی سطح پر یکساں پالیسیاں نافذ کرنا بھی آسان ہو سکتا ہے۔

لیکن بہت سے آئینی و انتظامی ماہرین کے نزدیک پاکستان کے بنیادی مسائل صرف صوبوں کی تعداد نہیں ہیں۔ اصل معاملہ شفاف اور مؤثر طرزِ حکمرانی، کرپشن پر قابو پانے، مضبوط بلدیاتی نظام، عوام کو انصاف کی فوری فراہمی، ہر سطح پر میرٹ پر تقرریاں، تمام شہریوں کے لیے تعلیم، صحت اور معیشت کی بہتری، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور، ان سب سے بڑھ کر، نظریۂ پاکستان یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ترویج اور اس کا ہر سطح پر عملی نفاذ ہے۔

جب تک خدا خوفی رکھنے والے لوگ موجود نہیں ہوں گے، آپ جو مرضی تبدیلیاں کر لیں، وہ بے اثر اور غیر مفید رہیں گی۔ جب ملک میں حکمران اشرافیہ عوام کو کیڑے مکوڑے سمجھے اور خود کو کسی دوسرے دائرے میں رکھ کر قومی وسائل کو پھونکتی چلی جائے تو ملک کیسے آگے بڑھے گا؟

کتنا زمانہ بیت چکا ہے کہ ملک میں بلدیاتی انتخابات نہیں ہو رہے۔ آخر کیوں؟

صرف اسلام آباد کی حد تک دیکھ لیجیے کہ کتنی بار بلدیاتی انتخابات کا اعلان ہو چکا، تاریخیں دی گئیں، لوگوں نے کروڑوں روپے کے اخراجات کیے، فیسیں ادا کیں، لیکن آخر وقت میں انتخابات کا فیصلہ واپس لے لیا گیا۔

اگر جنرل الیکشن جیسے تیسے بھی سہی، ہو گئے تو بلدیاتی انتخابات کیوں نہیں کروائے جارہے؟ اگر آپ سب سے بنیادی ریاستی اکائی، یعنی سب سے نچلی انتظامی تقسیم کی بنیاد، بلدیاتی انتخابات سے ڈرے ہوئے ہیں تو نئے انتظامی یونٹس یا صوبے کیسے بنیں گے؟

حکمران اشرافیہ اپنے آپ کو احتساب سے بالاتر سمجھے اور عوام کو ان کے آئینی حقوق بھی نہ دے تو پھر ریاست کیسے آگے بڑھ سکتی ہے؟

Designer : Abdul Mueez

اداریہ

آئینِ پاکستان کی روسے ہر شہری کو اس سے وصول کیے جانے والے ٹیکسوں کے بدلے صحت، تعلیم، سکیورٹی اور صفائی کی سہولیات مہیا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت حکومت یہ سب کچھ کررہی ہے؟

جواب ملے گا: نہیں۔

کیا صوبوں اور وفاق سے ملنے والے وسائل شہروں، دیہاتوں اور دور دراز علاقوں تک یکساں طور پر تقسیم اور خرچ ہورہے ہیں؟

جواب پھر ملے گا: نہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہمارا ملک جس نعرے، فکر اور سوچ پر بنا، وہ لا الہ الا اللہ تھی۔ جب تک اس ملک میں اسی نعرے اور نظریے کا نفاذ اور اس کا نظام نہیں لایا جاتا، معاملات درست نہیں ہوسکتے۔

اگر ہم نے یہاں صرف ترقی کی باتیں اور نعرے ہی لگانے تھے تو پھر ہمیں یہ ملک بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

اگر ہماری عدالتوں میں آج بھی قیامِ پاکستان کے وقت کے مقدمات چل رہے ہیں اور ان کے فیصلے نہیں ہوپارہے، حالانکہ عدلیہ اور عدالتوں کو سب سے زیادہ فنڈز اور بجٹ مہیا کیا جارہا ہے، لیکن جو مقدمہ ایک دن میں سنا اور فیصلہ کیا جاسکتا ہے، وہ بھی حل نہیں ہورہا، تو پھر سوچنا ہوگا کہ غلطی کہاں ہے؟

آئینِ پاکستان میں لکھا ہے کہ 1973ء کے بعد اگلے 15 سال میں اردو زبان کو ہر سطح پر مکمل نافذ اور لاگو کردیا جائے گا۔ یہ کام تو ایک دن میں ایک دستخط سے ہوسکتا تھا، لیکن اس کے لیے 15 سال رکھے گئے اور 53 سال گزرنے کے باوجود یہ کام نہیں ہوسکا۔

اگر یہ ایک کام ہوجاتا تو کتنے مسائل حل ہوجاتے۔ ہم انگریز کے بعد انگریزی کی غلامی سے بھی نکل چکے ہوتے، لیکن یہ کام بھی نہ ہوسکا۔

ہماری دانست میں نئے انتظامی یونٹس یا صوبوں کی تشکیل ہونی چاہیے، لیکن یہ سب بھی اسی صورت کامیاب ہوگا جب ان معاملات کو زیرِ بحث لاکر حل کیا جائے گا۔

صوبوں کی تشکیل صرف پنجاب یا صوبہ خیبر پختونخوا تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ سارے ملک میں ہونی چاہیے، تاکہ نیا ہنگامہ اور نئی مشکل کھڑی نہ ہوجائے۔ ساتھ ہی ملک، قوم اور ریاست کی مضبوطی کے لیے ان بنیادوں پر بھی کام کیا جائے جن پر صوبے کھڑے ہوسکتے ہیں اور قوم کی نجات کا راستہ نکل سکتا ہے۔

کیونکہ پاکستان کے مسائل صرف نقشے پر لکیریں کھینچنے سے حل نہیں ہوں گے۔ نئے صوبے بنانا ایک انتظامی ضرورت ہوسکتی ہے، مگر ریاست کی اصل مضبوطی اس وقت آئے گی جب حکمرانی، انصاف، احتساب، تعلیم، صحت، معیشت، بلدیاتی نظام اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے ساتھ وہ نظریاتی بنیاد بھی مضبوط ہو جس پر یہ ملک قائم ہوا تھا۔

لہٰذا سوال صرف یہ نہیں کہ پاکستان میں کتنے صوبے ہونے چاہئیں؛ اصل سوال یہ ہے کہ پاکستان کو کیسا نظامِ حکمرانی چاہیے، اور اسے عملی طور پر نافذ کرنے کے لیے ہم کب تیار ہوں گے؟

علی عمران شاہین

جماعت کی اہمیت و ضرورت

صحیح منہج والی جماعت کا انتخاب

فکر انگیز گفتگو : پروفیسر ڈاکٹر مفتی محمد یوسفی طیبی

ارشادِ باری تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿ (سورہ النساء، آیت نمبر:59)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

انسانی فطرت، سماجی ضرورت اور اجتماعیت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک سماجی (Social) مخلوق پیدا کیا ہے۔ انسانی نفسیات میں تنہائی ایک اذیت ناک صورتحال ہے، اسی لیے دنیا کے ہر قانون میں کسی شخص کو معاشرے سے الگ کر کے کال کوٹھڑی میں بند کر دینا ایک بہت بڑی "سزا" تصور کیا جاتا ہے۔ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ مل جل کر رہے، اور جب انسان کسی ایک نصب العین پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اپنا ایک "امیر" مقرر کر لیتے ہیں، تو ان میں ایک غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس اجتماعیت کی اہمیت کو "تنکے اور جھاڑو" کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک تنکا بذاتِ خود بہت کمزور ہوتا ہے اور اس سے صفائی کا کام نہیں لیا جا سکتا، لیکن جب وہی تنکے ایک ترتیب اور نظم کے ساتھ جمع ہو کر "جھاڑو" بن جاتے ہیں، تو وہ ہر قسم کی غلاظت صاف کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح، اگر ہم معاشرے سے جھوٹ، سود، بے حیائی، خیانت، بدعہدی، بدعقیدگی، شرک، کفر اور بدعات جیسی غلاظتوں کو صاف کرنا چاہتے ہیں، تو یہ کام اکیلے تنکے (فرد) کے بس میں نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک منظم "جماعت" کی ضرورت ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو یہی عظیم کام بہت آسانی کے ساتھ انجام پانے لگتے ہیں۔

امارت کی اقسام اور وژن کی اہمیت

جب لوگ جمع ہو کر امیر منتخب کرتے ہیں، تو کاموں میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ امیر کی دو بنیادی اقسام ہیں:

پہلی قسم: وہ امرا جو صاحبِ سلطنت ہوتے ہیں، جن کے پاس حکومتی طاقت، نفاذ کی قدرت اور قانونی قوت ہوتی ہے۔

دوسری قسم: وہ امرا جو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کے لیے لوگوں کو ایک خاص ویژن اور مقاصد پر اکٹھا کرتے ہیں۔

ایسی کئی جماعتیں ہمارے ملک اور بیرونِ ملک موجود ہیں۔ تاہم، یہ بات نہایت اہم ہے کہ امیر کا عقیدہ اور منہج درست ہو۔ اگر امیر صحیح عقیدے کا حامل ہو گا، تو نیکی پھیلے گی اور برائی کے خلاف ایک مؤثر تحریک چلے گی، جس کے فوائد دنیا و آخرت دونوں میں ملیں گے۔

لیکن اگر امیر کے مقاصد میں بدعات، شرکیات یا کسی خاص ازم (ism) یا صوفیت کی ترویج شامل ہو، تو ایسی جماعت کا حصہ بننے والا شخص گناہ میں برابر کا شریک ہو گا، کیونکہ اس کے تعاون سے غلط مقاصد کو تقویت مل رہی ہو گی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے؛ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔
(سورہ المائدہ، آیت نمبر: 2)

جماعت کے انتخاب میں احتیاط

کسی جماعت میں شامل ہونا "تعاون علی التقویٰ" (نیکی میں تعاون) کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اور "تعاون علی الاثم" (گناہ میں تعاون) کا بھی۔ اس لیے جماعت کے انتخاب میں بہت احتیاط لازم ہے۔ "لاری اڈے اور گاڑی" کی مثال سے بات ذرا بہتر سمجھ آتی ہے: جب آپ کو سفر کرنا ہو، تو آپ صرف گاڑی کی چمک دمک، اس کا نیا ہونا یا اس کے جلدی روانہ ہونے کو نہیں دیکھتے، بلکہ سب سے پہلے اس کا "بورڈ" پڑھتے ہیں کہ وہ جا کدھر رہی ہے۔ اگر آپ کو ملتان جانا ہو اور آپ پشاور جانے والی ایک نہایت آرام دہ، نئی اور تیز رفتار بس میں بیٹھ جائیں، تو اس بس کی تیزی آپ کے حق میں نقصان دہ ہو گی کیونکہ اس کا ہر چکر آپ کو آپ کی اصل منزل سے دور کر دے گا۔ لہذا، جماعت کا "بورڈ" (مقصد اور منشور) دیکھنا سب سے پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔

اہل حق کی پہچان اور حقیقی نصاب

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ" میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر (قائم رہتے ہوئے) غالب رہے گا، جو شخص بھی ان کی حمایت سے دستکش ہو گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا
(صحیح مسلم/ کتاب الإمارة/حدیث: 4950)

اور ایک روایت میں ہے: " لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاس "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، جو شخص ان کی حمایت سے دستکش ہو گا، یا ان کی مخالفت کرے گا وہ اللہ کا حکم (قیامت) آنے تک ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور وہ (ہمیشہ) لوگوں پر غالب (یا ان کے سامنے نمایاں) رہیں گے۔" (صحیح مسلم/ کتاب الإمارة/حدیث: 4955)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک کبھی ایسا زمانہ نہیں آئے گا کہ پوری دنیا میں حق پر قائم کوئی جماعت موجود نہ ہو۔ اگر ایک علاقے میں نہ ہو تو دوسرے علاقے میں ہو گی، لیکن حق پر قائم ایک جماعت ضرور موجود رہے گی۔

حق پر قائم جماعت کی چار بنیادی علامات

حدیث کی روشنی میں حق پہ قائم جماعت کی چار بڑی علامات بیان کی گئی ہیں:
1. وہ ہر حال میں حق (کتاب و سنت) پر قائم ہو۔
2. جو لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جائیں، وہ ان کے مشن کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔
3. ان کے مخالفین بھی ان کی حقانیت اور مشن کو ختم نہ کر سکیں۔ 4. وہ حق کی سربلندی کے لیے جدوجہد اور قتال کرنے والے ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حق کے غلبے، دین کی سربلندی اور باطل کے خاتمے کے لیے ہر جائز اور مشروع کوشش کرتے رہیں گے۔ ان کی پوری زندگی دین کی نصرت، دعوت و اصلاح اور حق کی سربلندی کے لیے وقف ہو گی۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس راستے پر ہوں جس پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام تھے؛ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" "یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے"۔ (سنن ترمذي/ کتاب الإیمان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم/ حدیث: 2641)

ایک مسلمان پہ کیا لازم ہے؟

ہر جماعت اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، لیکن ایک مسلمان کو اپنا وہی عقل و شعور جو وہ دکان اور کاروبار میں استعمال کرتا ہے، دین کے معاملے میں بھی استعمال کرنا چاہیے، جس طرح ایک تاجر کسی دکان سے سامان خریدنے سے پہلے اس کے معیار، قیمت اور اصل ہونے کی تحقیق کرتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان پر بھی لازم ہے کہ وہ تحقیق کرے کہ کون سی جماعت واقعی رسول اللہ ﷺ کی سیرت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم اور سلف صالحین کے منہج پر قائم ہے۔ جب پوری تحقیق کے بعد اسے ایسی جماعت مل جائے تو پھر اسے چاہیے کہ وہ اس جماعت میں شامل ہو جائے، اس کا دست و بازو بنے، اس کے خیر کے کاموں میں بھرپور تعاون کرے اور جس امیر کی قیادت میں وہ جماعت چل رہی ہے اس کی جائز اطاعت کرے۔ البتہ اس اطاعت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان آنکھیں بند کر لے اور ہر بات کو بغیر دلیل کے قبول کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں یہ اصول بیان فرمایا ہے: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (سورہ النساء، آیت نمبر: 59)
یعنی اگر کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔

حقیقی نصاب اور غیر نصابی مشغولیت

اب سوال یہ ہے کہ وہ حق کیا ہے جس پہ وہ گروہ اور جماعت قائم ہو گی؟

اس کا جواب واضح ہے کہ حق سے مراد کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔ ایسی جماعت اپنی دعوت، اپنے عقائد، اپنے اعمال اور اپنے فیصلوں کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھتی ہے اور ہر مسئلے میں انہی دونوں کو دلیل بناتی ہے۔

بہت سی جماعتوں کا منشور اور تقریریں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کے اختلافات سے شروع ہوتی ہیں۔ ہمارا حقیقی "نصاب"، جس کا امتحان قبر اور حشر میں ہونا ہے، وہ پہلی وحی سے شروع ہو کر آخری وحی پر ختم ہوتا ہے۔ جو جماعتیں اس نصاب کو چھوڑ کر بعد کے جھگڑوں کو اپنا مرکز بناتی ہیں، ان کی مثال اس "مکھی" کی سی ہے جو صاف جسم کو چھوڑ کر پیپ (زخم) پر بیٹھتی ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے آپسی اختلافات تلاش کرتے ہیں، انہیں پروپیگنڈے کے طور پر پھیلاتے ہیں، لیکن انہیں لوگوں کے عقیدے، اخلاق اور معاملات کی درستی سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ یہ "غیر نصابی سرگرمیوں" میں الجھا کر ہمیں اصل نصاب سے بیگانہ کر دیتے ہیں، اور ایسا طالب علم امتحان (آخرت) میں فیل ہو جاتا ہے جو اصل نصاب کی بجائے غیر نصابی سرگرمیوں کو ہی اپنا مقصد بنا لے اور سارا وقت اسی میں گزار دے۔

جماعت کو لازم پکڑنے کی اہمیت اور شیطان کا حملہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ" تم لوگ جماعت کو لازم پکڑو اور پارٹی بندی سے بچو، کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ رہتا ہے، دو کے ساتھ اس کا رہنا نسبۃً زیادہ دور کی بات ہے

(سنن ترمذی/ کتاب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم/حدیث: 2165)

ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ " فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ" بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہوتی ہے (سنن ابی داود / کتاب الصلاۃ / حدیث: 547)

اس مثال میں نبی ﷺ یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ شیطان اس شخص پر حملہ کرتا ہے جو جماعت سے الگ ہو جاتا ہے۔ اسے "بھیڑیے اور ریوڑ" کی مثال سے واضح کیا گیا ہے: جب بکریاں یا گائیاں اکٹھی چر رہی ہوتی ہیں، تو شیر یا بھیڑیا حملہ کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ شکاری جانور ہمیشہ اس بکری کا انتظار کرتا ہے جو چرتے چرتے ریوڑ سے الگ ہو کر سائیڈ پر ہو جائے۔ اسی طرح جب انسان جماعت سے وابستہ ہوتا ہے، تو وہاں کا امیر اور نظم اسے نیکی کی تلقین کرتا ہے، پروگراموں میں شامل رکھتا ہے اور اس کا احتساب (Accountability) کرتا ہے۔ اکیلا انسان سست ہو جاتا ہے اور شیطان کے لیے آسان لقمہ بن جاتا ہے، جبکہ جماعت میں رہنے سے انسان کی اپنی تربیت بھی ہوتی ہے اور معاشرتی اصلاح کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔

اتحاد کی قوت اور عالمی اداروں کی مثال

اجتماعی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ (UN) یا ایف اے ٹی ایف (FATF) جیسے اداروں کے پاس اپنی کوئی ذاتی فوج یا اسلحہ نہیں ہوتا، لیکن ان کے رکن ممالک کی "یونٹی" (اتحاد) انہیں اس قدر طاقتور بنادیتی ہے کہ وہ بڑے بڑے ممالک سے اپنی شرائط منوالیتے ہیں۔ ان کی طاقت کا راز صرف یہ طے شدہ نظم ہے کہ جو ان کی بات نہیں مانے گا، وہ اس کا بائیکاٹ کریں گے۔ اگر دنیادار صرف اتحاد کی بنیاد پر اتنے غالب آسکتے ہیں، تو اگر مسلمان بھی انتشار اور ٹانگیں کھینچنے (Leg pulling) کے بجائے متحد ہو جائیں، تو اللہ کا وعدہ ہے کہ: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ یعنی کمزوری نہ دکھاؤ، غم نہ کرو، اگر تم حقیقی مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (سورہ آل عمران، آیت نمبر: 139)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ اتحاد، استقامت اور مضبوط اجتماعی نظام مسلمانوں کی عزت اور سربلندی کا ذریعہ بنتا ہے۔

دورِ فتن میں منہج کی درستی اور جماعت کی کمزوریاں

آج کے دور میں صحابہ کرام جیسی مثالی جماعت ملنا ناممکن ہے، کیونکہ آج کے لوگوں کی تربیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست نہیں

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے خیر عطا فرمائی ہے، تو کیا ایسا وقت بھی آئے گا جب یہ خیر ختم ہو جائے گی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، ایک وقت ایسا آئے گا جب خیر کے بعد شر آئے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد پھر خیر بھی آئے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، اس کے بعد پھر خیر آئے گی "وَفِيهِ دَخَنٌ" لیکن اس (خیر) میں کچھ کمزوری اور دھندلاہٹ ہو گی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس کمزوری اور دھندلاہٹ سے کیا مراد ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ" کہ اس جماعت کے بعض کام تمہیں پسند آئیں گے اور بعض کام ایسے بھی ہوں گے جن پر تمہیں اعتراض ہو گا۔

(صحیح مسلم / کتاب الإمارة / حدیث: 4784)

یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہِ راست تربیت یافتہ جماعت اور بعد کے ادوار میں علماء کی تربیت پانے والی جماعتوں کے درمیان بہر حال فرق ہو گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اپنی جگہ منفرد اور بے مثال ہے، اس لیے بعد کے لوگوں میں بعض کمزوریاں موجود ہونا ایک فطری امر ہے۔

اس لیے اگر کسی جماعت کا عقیدہ درست ہو، اس کا منہج صحیح ہو، اس کی دعوت قرآن وسنت اور فہم صحابہ کے مطابق ہو اور اس کی سمت درست ہو، تو اس میں موجود بعض انسانی کمزوریوں کی وجہ سے اس کے خیر کو ترک نہیں کر دینا چاہیے۔ البتہ ان کمزوریوں کی اصلاح کی کوشش ضرور جاری رہنی چاہیے۔

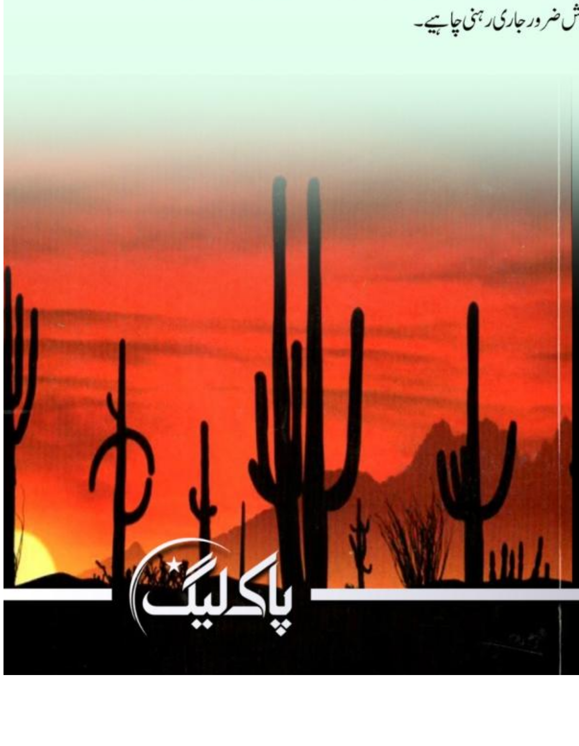

درست منہج ایک عظیم نعمت ہے

اس حقیقت کو ایک مشین کی مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ جب کوئی مشین مسلسل کام کرتی ہے تو اس میں وقتاً فوقتاً مرمت بھی کی جاتی ہے، اس سے کچھ کچرا بھی نکلتا رہتا ہے، اس کی دیکھ بھال بھی جاری رہتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ مسلسل پیداوار بھی دیتی رہتی ہے۔ اسی طرح پرانی مشین میں بھی اگرچہ کچھ خرابیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں، لیکن مناسب دیکھ بھال کے ساتھ وہ اپنا کام جاری رکھتی ہے۔ بالکل یہی کیفیت دینی جماعتوں کی بھی ہوتی ہے۔ جب تک ان کا اصل منہج درست ہو، عقیدہ صحیح ہو، سمت واضح ہو اور اصلاح کا عمل جاری ہو، تب تک بعض انسانی کمزوریاں ان کے اصل خیر کو ختم نہیں کرتیں۔ آج کا زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے اور یہ دور خیر القرون سے بہت دور کا زمانہ ہے۔ ایسے حالات میں کسی صحیح منہج، صحیح عقیدے اور قرآن و سنت پر قائم جماعت سے وابستہ ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگرچہ انسانی کمزوریاں موجود رہیں گی، لیکن ان کی اصلاح کی کوشش جاری رہنی چاہیے، اور خیر کے اس کام سے وابستگی برقرار رکھنی چاہیے، کیونکہ اس میں خود انسان کے لیے بھی خیر ہے اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے بھی بے شمار فوائد پوشیدہ ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھ کر اس پر عمل کرنے، باطل کو باطل سمجھ کر اس سے بچنے، صحیح منہج اختیار کرنے، اہلِ حق کے ساتھ وابستہ رہنے اور اپنی پوری زندگی دین اسلام کی سربلندی کے لیے صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ محمد اقبال — قائداعظم کی نظر میں

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے علامہ محمد اقبالؒ کی شخصیت، فکر، شاعری اور سیاسی بصیرت کو ہمیشہ غیر معمولی اہمیت دی۔ ان کے مختلف مواقع پر کہے گئے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ قائداعظم علامہ اقبالؒ کو صرف ایک عظیم شاعر ہی نہیں بلکہ ایک صاحبِ بصیرت مفکر، عظیم قومی رہنما اور اسلام کے شیدائی کے طور پر دیکھتے تھے۔

1. "وہ میرے ذاتی دوست تھے" "علامہ اقبال میرے ذاتی دوست تھے اور ان کا شمار دنیا کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک اسلام زندہ رہے گا۔ ان کی عظیم شاعری ہندوستانی مسلمانوں کی خواہشات کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔ ان کی شاعری ہمارے لیے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لیے مشعل کا کام دے گی۔"

حوالہ: Foundations of Pakistan، شریف الدین پیرزادہ، جلد دوم، 1971ء، ص 303۔

2۔ "صاحبِ بصیرت مفکر اور بہت بڑے قومی شاعر"

قائداعظم نے 4 دسمبر 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل، نئی دہلی کے اجلاس میں فرمایا:

"علامہ اقبال ایک صاحبِ بصیرت مفکر اور بہت بڑے قومی شاعر تھے۔ آپ مسلمانوں کی شاندار تاریخی روایات کی روشنی میں مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے داعی تھے۔"

حوالہ: قائداعظم محمد علی جناحؒ، آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس، نئی دہلی، 4 دسمبر 1938ء۔

3۔ "ایک اقبال مرحوم دنیا کے بہت بڑے سیاست دان تھے"

علامہ اقبالؒ کی وفات کے بعد ایک تعزیتی تقریب میں قائداعظم نے فرمایا:

"اگر میں اس مبارک تقریب میں شریک نہ ہوتا تو اپنی ذات کے ساتھ بڑی بے انصافی کرتا۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے اس جلسے میں شامل ہو کر اقبال مرحوم کو عقیدت کے پھول پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔ اقبال کی ادبی شہرت عالمگیر ہے۔ وہ مشرق کے بہت بڑے ادیب، بلند پایہ شاعر اور مفکرِ اعظم تھے، لیکن اس حقیقت کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اقبال مرحوم دنیا کے بہت بڑے سیاست دان تھے۔ انہوں نے آپ کے سامنے ایک واضح اور صحیح راستہ رکھ دیا ہے، جس سے بہتر دوسرا راستہ نہیں ہو سکتا۔ آپ دورِ حاضر میں اسلام کے بہترین شارح تھے، کیونکہ اس زمانے میں ان سے بہتر اسلام کو کسی شخص نے نہیں سمجھا۔ مجھے اس امر پر فخر ہے کہ ان کی قیادت میں ایک سپاہی کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع مجھے مل چکا ہے۔ میں نے ان سے زیادہ وفادار رفیق اور اسلام کا شیدائی نہیں دیکھا۔ جس بات کو وہ صحیح خیال کرتے تھے، یقیناً وہ صحیح ہوتی تھی۔ وہ اس پر مضبوط چٹان کی طرح قائم رہتے تھے۔

ان کی علمی اور ادبی گل کاریوں کی وجہ سے ان کا نام جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکا ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا، کیونکہ اسلام کے سچے شیدائیوں اور محبت کرنے والوں کا نام ابد الآباد تک زندہ رہتا ہے۔" حوالہ: روزنامہ انقلاب، 5 مارچ 1941ء، ص 4۔

قیامِ پاکستان: غلامی کی زنجیروں سے آزادی کی نعمت تک

علی عمران شاہین

تاریخ کا انصاف صرف اس قوم کو سمجھ آتا ہے جو اپنا ماضی فراموش نہیں کرتی۔ جو قومیں اپنے آباؤ اجداد کی قربانیوں اور اپنی تاریخ بھلا دیں، وہ آہستہ آہستہ اپنی منزل بھی کھو دیتی ہیں۔ وطنِ عزیز پاکستان بھی محض زمین کے ایک ٹکڑے کا نام اور اس کے حصول کی محض جدوجہد نہیں تھا، بلکہ ایک ایسا خواب تھا جس کی تعبیر کے لیے لاکھوں لوگوں نے اپنی جانیں، اپنے گھر، اپنی جائیدادیں اور اپنے پیارے قربان کیے۔ آج جب ہم آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں تو شاید ہمیں احساس نہیں ہوتا کہ اس آزادی کی قیمت دو صدیاں انگریز سامراج اور اس کے برہمن کے ساتھ گٹھ جوڑ کے خلاف کتنی بھاری ادا کی گئی تھی۔ برصغیر میں ایک ہزار سال سے زیادہ حکمرانی اور پھر زوال کے بعد، اور خاص طور پر 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد، مسلمانوں کے حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ انگریز قابضین نے تحریکِ آزادی، جسے اس نے بغاوت کا نام دیا تھا، کا بڑا ذمہ دار مسلمانوں کو ہی قرار دے کر مسلسل نشانے پر رکھا اور ہندوؤں کو اپنا اتحادی بنا لیا۔ یوں ہر روز کے ظلم و جور و تعدی کی اس داستان میں بے شمار مسلمان علماء ہی نہیں بلکہ ہر طبقے کے مسلمانوں کو پھانسیاں دی گئیں، ہزاروں لاکھوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں، خاندان بکھر گئے، علمی مراکز کمزور پڑ گئے، کیونکہ مساجد و مدارس پر شکنجہ کسا گیا، انہیں تباہ اور بڑے پیمانے پر ختم کیا گیا، تو سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی نمایاں طور پر کم ہو گئی۔ (آپ اس وقت کے بھارت کے حالات دیکھیں تو پھر وہی دور زیادہ سنگین شکل میں لوٹ آیا ہے۔) اس دور میں مسلمان سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدان میں پیچھے رہ گئے۔ اسی پس منظر میں کہیں علی گڑھ کی جدید تعلیم حاصل کرنے کی تحریک شروع ہوئی اور پھر دہائیوں جاری رہی، تو کہیں مسلمان انگریزی استعمار کے ظلم سے ٹکراتے جانیں وارتے رہے۔ انگریز تو یہاں لوٹ مار کرنے آیا تھا اور اس نے اسی کا بازار گرم رکھا، اور مسلمانوں کی ایک ایک چیز چھین کر برطانیہ پہنچائی جاتی رہی۔ وہ سلطان ٹیپو کی وردی، تلوار، تخت اور تاج ہو یا کوہِ نور ہیرا، سب کچھ لوٹا اور لندن پہنچایا گیا۔ پھر ایک صدی کے قریب سارے ہند پر جاری رہنے والا برطانوی اقتدار اپنے اختتام کے قریب پہنچنے لگا۔ اس موقع پر ایک بنیادی سوال یہ سامنے آیا کہ آزادی کے بعد اقتدار کس طرح تقسیم ہو گا؟ مسلمان رہنماؤں کے ذہن میں حالات دیکھ کر ہی یہ خدشہ پیدا ہوا کہ مروجہ عددی اکثریت کی بنیاد پر حکومت قائم ہوئی تو مسلمان، جو برصغیر کی کل آبادی میں مکمل اقلیت ہی تھے، اپنی سیاسی آواز اور اجتماعی مفادات کے تحفظ میں مشکلات محسوس کریں گے۔ یوں یہی خدشات آگے چل کر جداگانہ انتخاب، آئینی تحفظات اور پھر الگ ریاست کے مطالبے کی بنے۔

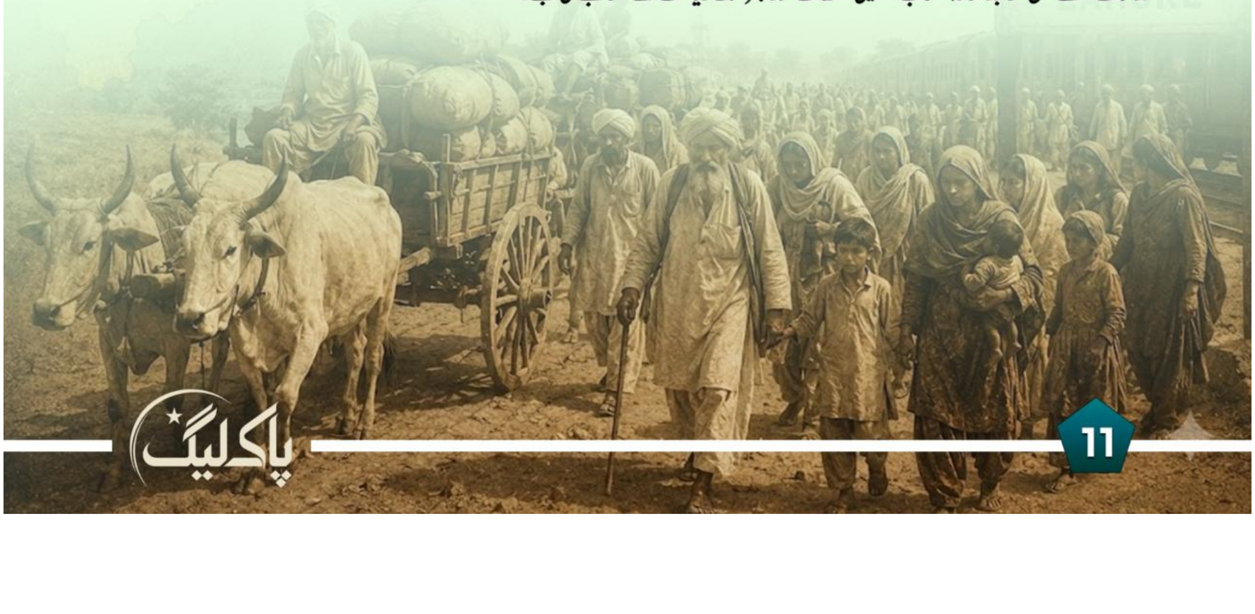

1937ء کے صوبائی انتخابات کے بعد تقریباً سبھی صوبوں میں کانگریس کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ مسلم لیگ نے اس دور کے بعض اقدامات پر تنقید کی اور کہا کہ مسلمانوں کے سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی حقوق کو مطلوبہ اہمیت نہیں دی جا رہی۔ تب وندے ماترم، زعفرانی جھنڈا، اور ہندی زبان کا لزوم ہوا۔ اذان و قربانی پر پابندیاں لگیں تو مسلمانوں کی حالت مزید پتلی ہوئی، کیونکہ جگہ جگہ ان کا قتلِ عام شروع ہو جاتا اور کسی حملہ آور ہندو کو انگریز کبھی سزا نہ دیتا۔ یوں ایسے ہر قدم پر مسلمانوں میں یہ احساس مزید مضبوط ہوا کہ انہیں ہر صورت الگ وطن لینا ہی ہو گا، ورنہ ان کا وجود ناممکن اور زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اسی عرصے میں کبھی ان کے خاتمے کے لیے انگریز کی چھتر چھایا میں شدھی کی تحریک چلی، تو کبھی سنگٹھن کی، تو کبھی مسلمانوں کے مکمل سماجی بائیکاٹ کی۔ اس پر ساری مسلم آبادی اور عوام مسلم لیگ کے پرچم تلے آزاد ملک کے لیے جمع ہوئی، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ ہند کے مسلمان اپنے وجود کے لیے ہی مسلسل مجتمع و متحد ہوئے، اور پھر 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قراردادِ لاہور منظور ہوئی، جہاں ہند کے اطراف واکناف سے لاکھوں مسلمان اکٹھے ہوئے اور ایک ہی نعرے "پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ" پر متفق ہوئے، اور تحریکِ قیامِ پاکستان تیز تر ہوئی۔ یہ قرارداد مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ اس کے بعد سات سال تک مسلسل سیاسی جدوجہد، مذاکرات، جلسے، جلوس، قربانیاں اور سفارتی کوششیں جاری رہیں، 1946 کے انتخابات میں تو ہندوستان کے سبھی مسلمان مسلم لیگ کے پرچم کے سائے تلے ایک تھے اور انہوں نے اپنی لگ بھگ ساری سیٹیں جیت کر نیا ریکارڈ قائم کیا تھا لیکن عددی اکثریت پھر بھی ہندو کی تھی اور ان کی حکومتی حیثیت اس سب کے باوجود نہ ہونے کے برابر رہی یہاں تک کہ 14 اگست 1947ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک آزاد ریاست کے طور پر ابھرا۔ افسوس یہ رہا کہ آزادی کا سورج خون کی سرخیوں کے ساتھ طلوع ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ تقسیمِ ہند کے دوران لاکھوں مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے۔ خاندان بچھڑ گئے، قافلے لٹے، بستیاں اجڑ گئیں، اور بے شمار مسلمان، جن کی تعداد لگ بھگ پندرہ لاکھ تک بیان کی جاتی ہے۔

اس آزادی کی تحریک و ہجرت کی راہ میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مائیں اپنے بچوں سے جدا ہوئیں، بچے والدین سے بچھڑ گئے، اور ایسے لاتعداد لوگ تھے جنہیں اپنے پیاروں کی قبریں تک نصیب نہ ہو سکیں۔ اس انسانی المیے کی مثال دنیا کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی پاکستان کی مشکلات ختم نہیں ہوئیں۔ نئے ملک کے پاس محدود وسائل تھے۔ مرکزی حکومت کے دفاتر قائم کرنے تھے، کرنسی، انتظامیہ، عدالتیں، فوج، پولیس، ریلوے، مواصلات اور دیگر اداروں کو منظم کرنا تھا۔ لاکھوں مہاجرین کو رہائش، خوراک، روزگار اور تحفظ فراہم کرنا تھا۔ اس کے باوجود پاکستانی قوم نے ہمت نہیں ہاری اور ایک نئی ریاست کی بنیاد رکھ دی۔ ستم پر ستم کہ انگریز نے جاتے وقت پاکستان کو مسائل کے پہاڑوں تلے چھوڑا۔ پاکستان کی شہ رگ کشمیر بھارت کے حوالے کی گئی، جو ہر لحاظ سے صرف پاکستان کا حصہ تھا۔ وہاں داخلے کے لیے کئی مسلم اکثریتی اضلاع بھارت کے حوالے کیے گئے۔ کشمیر سے سر کریک تک سرحدی تنازعات پاکستان پر لاد دیے گئے۔ سارا خزانہ، صنعت و حرفت، اسلحہ اور ایمونیشن سب کچھ بھارت کے حوالے کر دیا گیا۔ ان بدترین حالات میں پاکستان نے آگے بڑھنا شروع کیا، جو ایک نامکمل سفر تھا، کیونکہ انگریز اور ہندو کی سازش یہی تھی کہ یہ ملک نہ چلے اور دھڑام سے گر کر ان کے قدموں میں آ جائے، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ پاکستان انتہائی کٹھن حالات سے نکل کر آگے بڑھتا، بھارتی جنگوں، اس کی جارحیت و دہشت گردی کا سامنا کرتا، اس سے ٹکراتا، آج تک اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور آج دنیا کی ایک بڑی عسکری قوت مانا جاتا ہے۔

جن احساسات، تحفظات اور خدشات کے تحت آزادی حاصل کی گئی، وہ سب کچھ آج پھر ہمارے سامنے ہے۔ بھارت میں ہر روز جگہ جگہ گرتی مساجد، منہدم ہوتے مدارس، مسلمانوں کی لٹتی عزتیں، جلتے گھر، ان پر سخت مذہبی قدغنیں، گلی گلی نوچے جاتے حجاب اور داڑھیاں، اور مودی کی ہندوتوا میں زبردستی پڑھایا جانے والا توہین آمیز "وندے ماترم" ترانہ ہر روز پاکستان کے قیام کے درست ہونے کی نوید سناتا ہے۔ آج اگر ہم اپنے ارد گرد دیکھیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ آزاد ریاست ہونے کی کتنی اہمیت ہے۔ پاکستان میں مسلمان اپنی عبادات، مذہبی تہواروں اور اسلامی شعائر کو آزادی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ مساجد آزاد و آباد ہیں، مدارس اور جامعات قائم ہیں، اسلامیات تعلیم کا حصہ ہے، رمضان المبارک اور عیدین کو قومی سطح پر منایا جاتا ہے، زکوٰۃ و عشر کے قوانین بڑی حد تک نافذ ہیں، ہر کسی کو اپنے مذہب و مسلک پر چلنے اور اس کی تبلیغ کی آزادی، وہ نعمت حاصل ہے جس کا دنیا میں کہیں تصور بھی ممکن نہیں۔ یہاں اسلامی نظریاتی کونسل جیسے ادارے بھی موجود ہیں جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف اقدام اور قانون سازی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ سب ایک آزاد ریاست کی علامتیں ہیں۔ سیاسی اعتبار سے پاکستان کے شہری اپنا آئین رکھتے ہیں، اپنی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں اور اپنی مضبوط افواج رکھتے ہیں۔ دفاع کے میدان میں پاکستان نے دنیا کی طاقتور افواج میں جگہ بنائی، ایٹمی صلاحیت حاصل کی اور اپنی سرحدوں کے دفاع کی صلاحیت پیدا کی۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو کسی بھی خود مختار ریاست کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ آپریشن بنیانٌ مرصوص میں پاکستان نے دنیا بھر میں اپنا ایک لوہا منوایا۔ یہاں ختمِ نبوت کا جیسا دفاع ہوا اور ہو رہا ہے، وہ تاریخِ عالم میں بے نظیر ہے اور اس سے ساری مسلم دنیا میں ایک نئی راہ روشن ہوئی۔ دنیا کے کتنے مسلم ملک آج پاکستان سے دفاعی و عسکری معاہدات کرتے اور اسے اپنے دفاع میں شامل و شریک کرتے ہیں۔ معاشی اور سماجی میدان میں بھی پاکستان نے قابلِ ذکر ترقی کی۔ زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا، نہری نظام کو وسعت ملی، صنعتیں قائم ہوئیں، موٹرویز، بندرگاہیں، ہوائی اڈے، بجلی گھر، ہسپتال اور تعلیمی ادارے وجود میں آئے۔ آج لاکھوں طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ہزاروں ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان، اساتذہ اور ماہرین اسی سرزمین پر تیار ہوئے ہیں، جو دنیا بھر میں خدمات انجام دیتے ہیں۔ لگ بھگ ایک کروڑ پاکستانی دنیا بھر میں برسرِ روزگار و مصروفِ خدمات ہیں، جہاں سے اربوں ڈالر کا زرِ مبادلہ پاکستان کو حاصل ہوتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان کو بدعنوانی، سیاسی کشمکش، معاشی بحران، مہنگائی، بے روزگاری اور انتظامی کمزوری جیسے مسائل کا سامنا رہا ہے۔ ان مسائل پر تنقید بھی ہونی چاہیے اور اصلاح کی کوشش بھی۔ ہم اس کی اصلاح کے لیے بھرپور سرگرم ہیں، مگر یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ آزادی کی کوئی اہمیت نہیں اور ہم اس وقت بالکل آزاد نہیں۔ آزاد قوم اپنے مسائل خود حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جبکہ غلام قوم کے فیصلے دوسروں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔

آج کی نسل پر سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ قیامِ پاکستان کی تاریخ کو جذبات کے ساتھ ساتھ تحقیق کی روشنی میں بھی سمجھے۔ ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ پاکستان صرف ایک جغرافیائی خطہ نہیں بلکہ ایک تاریخی جدوجہد، ایک سیاسی تحریک اور لاکھوں قربانیوں کی امانت ہے۔ اگر ہم اس امانت کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں دیانت، انصاف، قانون کی بالادستی، تعلیم، محنت اور قومی اتحاد کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہوگا۔ پاکستان کے نظریے پر چل کر اسے اس کی اصل منزل تک پہنچانا ہوگا، تاکہ وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جو قائد و اقبال اور تحریکِ پاکستان کے قائدین و مسلم عوام نے دیکھا تھا کہ یہاں قرآن و سنت کا عادلانہ نظام نافذ و قائم ہو۔

پاکستان ہمیں ورثے میں ضرور ملا ہے، مگر اسے مضبوط، خوشحال اور باوقار بنانا ہماری ذمہ داری ہے۔ جب قوم اپنے ماضی سے سبق سیکھتی ہے، حال کی اصلاح کرتی ہے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرتی ہے، تبھی آزادی کا حقیقی حق ادا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو امن، استحکام، ترقی اور اتحاد کی نعمتوں سے ہمیشہ مالا مال رکھے، اور ہمیں اس کے قیام کے لیے دی جانے والی قربانیوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے

قیام پاکستان
پہلی اینٹ

ڈاکٹر صفدر محمود

جب عمارت تعمیر کرنی مقصود ہوتی ہے تو پہلے زمین ہموار کی جاتی ہے پھر بنیادیں کھودی جاتی ہیں پھر اینٹیں رکھ کر سریے اور سیمنٹ سے بنیادی تعمیر کی جاتی ہے اور سال دو سال میں عمارت مکمل ہو جاتی ہے قدرت کا اپنا نظام ہے اور وہاں بعض اوقات تعمیر کا یہ سفر صدیوں پر محیط ہوتا ہے لیکن اس کے نشانات اور سنگ میل بڑے واضح اور نمایاں ہوتے ہیں جنہیں دیکھا اور اسانی سے سمجھا جاسکتا ہے

تحریک پاکستان کا مطالعہ کرتے ہوئے میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ پاکستان کی عظیم عمارت کی بنیاد کب رکھی گئی۔ زمین ہموار کرنے اور بنیادیں کھودنے کے بعد اس کی بنیاد میں پہلی اینٹ کب اور کیسے لگائی گئی لیکن مجھے اس سوال کا کوئی واضح جواب یا واضح وضاحت نہیں ملتی تھی اگرچہ اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتابوں میں ازادی کی روداد سفر موجود تھی۔ پھر یوں ہوا کہ فرشتہ کی لکھی ہوئی چند صدروں نے میری مشکل اسان کر دی یہ تو اپ جانتے ہی ہیں کہ فرشتہ کی لکھی ہوئی "تاریخ فرشتہ "ہندوستان کی قدیم تاریخ پر ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ تاریخ فرشتہ کے صفحہ نمبر 101 پر وہ خط درج ہے جو 1192 93 میں شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کو لکھا تھا۔ پس منظر کے طور پر یاد رہے کہ شہاب الدین گوری اور پھر راج کے درمیان 1192 میں جنگ ترین ہوئی جو اس لحاظ سے ایک فیصلہ کنواڑ کا سمجھا جاتا ہے کہ اس جنگ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا اور مقامی ہندو راجاؤں کی کمر توڑ کر مسلمانوں کی حکمرانی کے لیے راہ ہموار کر دی۔ اس دور میں پھراج ہندوستان کا طاقتور ترین راجہ سمجھا جاتا تھا اور وہ جب غوری کے مقابلے میں ترائن کے میدان میں اترا تو اس کے ساتھ ہندوستان کے ڈیڑھ سو ہندو راجے تین لاکھ مسلح فوج اور تین ہزار ہاتھی تھے جبکہ غوری کے پاس ایک لاکھ 10 ہزار فوج تھی۔ یہ اس لحاظ سے ایک فیصلہ کن معرکہ تھا کہ اگر خدانخواستہ اس جنگ میں غوری کو شکست ہو جاتی تو پھر ائندہ شاید کوئی مسلمان فاتح صدیوں تک ہندوستان کا رخ نہ کرتا اور نہ ہی ہندوستان میں پہلی اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی جاتی ہے جس کا بانی شہاب الدین غوری اور اس کا جرنیل قطب الدین سمجھا جاتا ہے۔

اس دور میں یہ بھی ایک رسم تھی کہ بادشاہان ایک دوسرے کے خلاف مقابلے کے لیے میدان جنگ میں اترتے تو تلواریں اور نیزے اٹھانے سے پہلے ایک دوسرے کو شرائط بھجوائی جاتی تھیں۔ اگر کوئی فریق ان شرائط کو تسلیم کر لیتا تو جنگ صلح نامہ میں بدل جاتی ورنہ خون کی ندیاں بہتی اور فتح و شکست کا واضح فیصلہ ہو جاتا۔ چنانچہ رسم دنیا کے مطابق شہاب الدین غوری نے جو پرتھوی راج کو لکھا اسے پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ گویا پاکستان کی بنیاد کی پہلی اینٹ یہی تھی۔ اس خط میں شہاب الدین غوری نے لکھا کہ اگر تو مسئلہ چاہتے ہو تو مجھے پنجاب سندھ اور سرحد کے علاقے دے دو باقی ہندوستان کے علاقے تم اپنے پاس رکھو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بلوچستان کا ذکر اس میں نہیں تھا کیونکہ وہاں مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ تاریخی طور پر اس مطالبے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان علاقوں میں مسلمان مقابلتاً اکثریت میں تھے یعنی ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی نسبت یہاں مسلمانوں کی ابادی زیادہ تھی۔ گویا نظریاتی مذہبی اور آبادی کے حوالوں سے ہندوستان جغرافیائی طور پر تقسیم ہو چکا تھا جسے مرخین بعد ازاں مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا کے ناموں سے یاد کرتے رہے۔

جنگ ہوئی، پھر اس کی راج کو اپنے ہندوستانی راجاؤں سمیت شکست ہوئی، قطب الدین ایبک جو لاہور میں دفن ہے فتوحات کے جھنڈے لہراتا دہلی پہنچ گیا جسے اس نے اپنا مرکز بنایا اور ہندوستان میں پہلی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

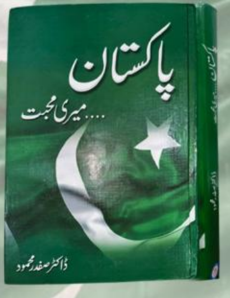

اس سے قبل مسلمان فاتحین یہاں اتے رہے جن میں غزنی خاندان خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ پنجاب غزنی سلطنت کا صوبہ رہا ہے۔ ان سے قبل712 میں محمد بن قاسم سندھ پر حملہ اور ہوا لیکن چند برس بعد 715 میں اسے واپس بلا لیا گیا جس کے سبب یہاں مستحکم مسلمان حکومت قائم نہ ہو سکی۔ بہر حال1192 تک ان علاقوں میں مسلمان بقایہ ہندوستان کی نسبت مقابلتاً اکثریت میں ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے اخلاق اور کردار نے غیر مسلموں کے دلوں کو مسخر کیا اور اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔

اس میں دراصل قابل غور بات یہ ہے کہ وہ علاقے جن کا غوری مطالبہ کر رہا تھا وہ جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے وابستہ تھے جبکہ بلوچستان پہلے ہی مسلمانوں کے زیر حکومت تھا اور یہ بات بھی کلیدی حیثیت رکھتی ہے کہ تحریک پاکستان کی بنیاد ہی اسی اصولی مطالبے کے محور گھومتی تھی کہ وہ علاقے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور جو جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے پیوست ہیں ان علاقوں پر مشتمل ایک ازاد مسلمان اسلامی مملکت قائم کی جائے کیونکہ مسلمان دنیا کے ہر اصول اور معیار کے مطابق ایک الگ قوم ہے۔ اگر چہ اپ مارچ 1940 کی قرار داد لاہور کا مطالعہ کریں یا علامہ اقبال کے خطبہ الہ اباد1930 کا، یہاں علامہ اقبال کے خطوط بنام قائد اعظم کا یا پھر قائد اعظم کی تقاریر کا۔۔۔۔۔۔۔ تو ان میں ہمیں ایک ہی تصور ملتا ہے کہ چونکہ مسلمان ایک قوم ہیں لہذا وہ ایک آزاد وطن کے مستحق ہیں اس لیے ہندوستان کے دو علاقے (پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان) جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور جو زمینی طور پر ایک دوسرے سے منسلک ہیں ان پر مشتمل پاکستان کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یاد رہے کہ مشرقی پاکستان (بنگلادیش)1940 کی قرار داد لاہور یا قرار داد پاکستان کا حصہ نہیں تھا اسے بعد ازاں مطالبے میں شامل کیا گیا جب وہاں کے عوام اور قیادت نے جوش وخروش سے مطالبہ پاکستان کا حصہ بننے پر امادگی ظاہر کی۔ بنگالیوں کی اس خواہش کا اظہار اس قرار داد میں واضح طور پر موجود ہے جو مسلم لیگ کے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے لیے منتخب کر دو نمائندوں نے دہلی کنونشن میں1946 میں منظور کی جس میں ہر قیمت پر حصول پاکستان کو اپنی منزل قرار دیا گیا تھا اور جس پر حسین سہر وردی نے اپنے خون سے دستخط کیے تھے۔ سچ یہ ہے کہ قوموں کی زندگی میں زمینی رشتے یعنی جغرافیا بڑا اہم رول ادا کرتا ہے اور یہی دوری بہت سے دوسرے عوامل کے ساتھ مل کر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا باعث بن گئی۔

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ تاریخ کا سفر صدیوں پر محیط ہوتا ہے یہاں لالے کی حنابندی میں طویل عرصہ لگ جاتا ہے یہ ہے مشیت ایزدی تھی کہ1192 تک مسلمان پنجاب سندھ سرحد اور بلوچستان کے علاقوں میں اکثریت میں ہو چکے تھے اور تقریباً ساڑھے سات صدیاں قبل مطالبہ پاکستان کے لیے زمین ہموار کر کے بنیاد رکھ دی گئی تھی ورنہ اگر مسلمان سرحد کے بعد یوپی اور پھر ان صوبوں میں اکثریت میں ہوتے جو جہر اسیا ہی فاصلوں میں بٹے ہوئے تھے اور زمینی قربت سے محروم تھے تو کیا پاکستان کا مطالبہ کیا جاسکتا تھا اور اسے کوئی کوئی تسلیم کرتا؟ جواب ہے ناممکن کیونکہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں بکھرے ہوئے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا تھا اس کی پہلی شرط جغرافیائی وحدت تھی اور اسی کی تشکیل میں مشیت ایزدی کی جھلک نظر اتی ہے۔ اس لیے مجھے کہنے دیجیے کہ قیام پاکستان کی بنیاد1192 میں رکھ دی گئی تھی، اس کی پہلی اینٹ غوری کا خط تھا اور پھر یہی خیال آرزو اور مقصد صدیوں تک پھلتا پھولتا رہا۔ جب تک مسلمان کسی نہ کسی صورت ہندوستان پر حکمران تھے اس آرزو کو مطالبہ بنانے کی ضرورت نہ تھی لیکن جب وہ زوال کا شکار ہوئے اور محکوم ہوئے تو ان کی یہی خواہش خواب بن کر نگاہوں میں بسنے اور جھلکنے لگی اور پھر منزل بن گئی۔

اس ارزو کی واضح سورۃ شاہ ولی اللہ کے خطوط میں ملتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قائداعظم اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا کمال فقط یہ ہے کہ جو ارزو تمہارے اندر پرورش پا رہی تھی اور جو تم چاہتے تھے میں نے اس کا اظہار کر دیا، اسے مطالبہ اور منزل بنا لیا۔ سچی بات یہ ہے کہ صحیح قائد اور رہنما وہی ہوتا ہے جو لوگوں کی ارزوؤں اور خوابوں کو سمجھتا ہے ان کی نمائندگی کرتا ہے اور پھر ان کے خواب کو سیاسی منزل بنا دیتا ہے۔ ایسے قائد کو عوام قائداعظم کہتے ہیں لیکن جو قائد اس کے برعکس اپنی خواہشات عوام پر مسلط کرتا ہے وہ نہ قائد ہوتا ہے نہ لوگ اسے قائد تسلیم کرتے ہیں

بشکریہ روزنامہ جنگ

عبدالوارث ساجد

کیسے بنا پاکستان؟ قربانیوں کی داستان

پاکستان کی آزادی محض ایک تاریخی دن کو یاد کرنے۔ چراغاں یا نعروں تک محدود رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم مقصد اور نظریے کے قیام کا عہد ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ آج ہم سالانہ بنیادوں پر آزادی کا جشن تو پورے جوش و خروش سے منا رہے ہیں، لیکن اس کے اصل مقصد اور روح کو کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔

ہم ایک ایسی قوم کی صورت اختیار کر چکے ہیں جو اپنے راستے سے بھٹک چکی ہے۔ ہم ان بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرح ہیں جنہیں اس کے چرواہے نے ہی گمراہ کر دیا ہو۔ ہم نے وطن کی ظاہری آزادی کو تو اپنا لیا، مگر جس اسلام۔ آزادی عدل، مساوات، اور اخلاقی سربلندی کے لیے یہ خطہ حاصل کیا گیا تھا، اسے یکسر فراموش کر دیا۔ ہم نے تو وہ نعرہ ہی بھلا دیا جو پاکستان کا مقصد تھا۔ مقصد اور منزل دونوں ہی ہم نے کھو دیئے ہین۔ ہم جھنڈیاں لہرا کر اور باجے بجا کر خود کو آزاد تو ثابت کرتے ہیں، لیکن نظام۔ تعلیم۔ فکر، عمل اور رویوں میں آج بھی انہی برائیوں کے غلام ہیں جن سے نجات کے لیے ہمارے اسلاف نے قربانیاں دی تھیں۔ وہ قربانیاں جو آج بھی ہمارے لئے نشان منزل ہیں جو ہمیں صیح راستہ دکھا رہی ہیں۔ جس دھرتی پر ہم ناچتے ہوئے ہلا گلا کر کے آزادی کا جشن مناتے ہیں اس کے لئے ہمارے بڑوں نے جن قربانیوں سے بنیاد رکھی ہم ان کو ہی فراموش کر چکے ہیں۔ ہم نے منزل کے وہ نشان ہی مٹا دیئے ہیں جو صیح سمت کا تعین کرتے ہین۔ چودہ اگست کے روز باجا بجاتی نسل میں شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ پاکستان بننے میں ریاست پٹیالہ کے مسلمانوں نے کیا قربانی دیں جنہیں پڑھ کر روح کانپ جاتی ہے۔ ایم ایس راحت نے اپنی آپ بیتی۔ کارواں سخت جان۔ میں لکھا ہے جب پاکستان کی طرف مسلمانوں کی ہجرت ہونے لگی تو لوٹ مار اور قتل و غارت کی خبریں روز بروز بڑھنے لگیں۔ مسلمانوں کی عزت جان اور مال کچھ محفوظ نا رہا تھا۔

پٹیل (ریاست پٹیالہ) کے مسلمانوں نے علاقہ کے تھانیدار سے درخواست کی۔ "ہم سے معاوضہ لے کر ہمیں ملیر کوٹلہ چھوڑ آئے۔" یہ معاوضہ پانچ لاکھ روپے تھا- تین اور چار ستمبر کی درمیانی شب سولہ ہزار مسلمانوں کا قافلہ چند غیر مسلم شہریوں اور سکھ پولیس کی حفاظت میں نکلا، تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک میدان میں یہ قافلہ روک دیا گیا۔ جب قافلہ اس جگہ رکا، تو سکھ تھانیدار نے ایک ہوائی فائر کیا۔ یہ گویا بلاوا تھا۔ قریب چھپے ہوئے چالیس ہزار بلوائیوں کو، جو مسلح تھے، حملہ ہوا اور کئی گھنٹے تک ہولناک منظر آنکھوں کے سامنے رہا، مسلمانوں سے جہاں تک بن پڑا مقابلہ کرتے رہے۔ اتنے میں کئی ہزار سکھ اور آ گئے۔ ان میں اکثر فوجی تھے۔ بچوں اور بوڑھوں کو جی بھر کر قتل کیا اور سینکڑوں عورتوں کو اغوا کر لیا۔ بعض کی عصمت دری کی گئی، قرآن مجید کی بے حرمتی، بچوں کو نیزوں پر اچھالا گیا۔

ایک بیس سالہ نوجوان لڑکی سہی کھڑی تھی۔ اس کے گلے میں قرآن پاک حمائل تھا۔ اس کی پندرہ سالہ ہمشیرہ بھی پاس ہی کھڑی تھی۔ چند بلوائی اس کے قریب آئے اور قرآن اتار دینے کو کہا۔ لڑکی نے ردو قدح کی۔ ایک سکھ نے اس کی گردن پر وار کیا۔ تن نیم جان تڑپ رہا تھا لیکن وہ قرآن پاک کو اپنے ہاتھوں سے ابھی تک تھامے ہوئے تھی۔ درندوں نے قرآن مجید چھین لیا، اوراق پرزہ پرزہ کر دیے اور دوسری مسلمان لڑکی کو ان پر لٹا کر اس کی عصمت دری کرنے کے بعد اسے بھی تہ تیغ کر دیا۔

آپ بیتی (کاروانِ سخت جاں) ایم ایس۔ راحت شاد

گڑھ مکتیشر مسلمانوں کی بستی تھی۔ حفیظ جعفری نے اپنی آنکھوں دیکھی میں لکھا ہے کہ گڑھ مکتیشر میں ہزاروں لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ قصبے کی مسجد کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں لاشیں نہ ہوں، وہ نالی جہاں پر وضو کیا جاتا تھا، اس میں پانی کے بجائے منجمد خون تھا۔ مسجد کے صحن میں لاشیں دبانے کے لیے ایک گڑھا کھودا جا رہا تھا۔ دو باولیاں لاشوں سے اٹائی پڑی تھیں۔ ایک چھوٹے سے تالاب میں لاشوں کا انبار لگ رہا تھا۔ اس کے چوگرد دیوار کی تعمیر کی جا رہی تھی۔ ستم یہ کہ پولیس اسٹیشن کی دیوار کے نیچے بھی لاشوں کا ڈھیر لگا تھا۔ مکانوں سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ ایک جاٹ کے ہاں سے ایک لڑکی بر آمد کی گئی، اس کی عمر گیارہ بارہ برس تھی، اور حالت ناگفتہ بہ...... ایک قدم چلنا محال تھا۔ اس کا بیان یہ تھا: "جس دن سے یہ مجھ کو لائے ہیں، شام کو تھوڑا سا کھانا پانی دیتے ہیں۔ اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوتا ہے، صبح تک درد کی تکلیف سے بے ہوش رہتی ہوں۔" لیکن سول سرجن نے اپنی رپورٹ میں بالغ اور فاحشہ وغیرہ لکھا...... اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آنکھوں دیکھی...... حفیظ جعفری

قیام پاکستان کی راہ میں ایک نشان منزل اور بھی ہے جو ڈاکٹر محمد حسن کی آپ بیتی میں صحیح راہ دکھا رہا ہے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں
دہلی میں میرے خالو اور ان کا پورا خاندان قتل ہو گیا۔ ایک بچی زخمی حالت میں لاشوں کے ڈھیر کے نیچے سے ملی۔ ایک لڑکا نہ جانے کس طرح بچ نکلا، میں مراد آباد میں تھا۔ اس وقت لکھنؤ اور مراد آباد دونوں اس آگ سے محفوظ رہے، مگر میرے چاروں طرف خبروں کے انگارے بچھے ہوئے تھے، میرے عزیز، میرے بزرگ، میرے دوست مجھ سے پوچھتے تھے: ”تمہاری متحدہ قومیت کہاں ہے؟ تمہارا مشترکہ کلچر کیا ہوا؟ تمہارے وہ تصورات کہاں ہیں کہ قومیں محض مذہب کی بنیاد پر نہیں بنا کرتیں؟ تم تو کہتے تھے کہ ہندو اور ”مسلمان ایک قوم ہیں، تم تو کہتے تھے ہندو مسلمان کے خون کے دشمن نہیں ہیں، تم تو کانگریس کی دریا دلی اور فیاضی کے قائل تھے۔
میرے چاروں طرف آگ تھی۔ میں حویلی کے اوپر والے کمرے میں خاموش گھنٹوں سوچتا رہتا اور کوئی جواب نہ پاتا۔ جو کچھ میں نے سوچا تھا، وہ غلط تھا؟

آپ بیتی..... ڈاکٹر محمد حسن ایم۔اے

پاکستان بن رہا تھا اور اس پاکستان کے لئے ہمارے بزرگ جانیں نچھاور کر کے ایسے نشان ثبت کر رہے تھے کہ جو ہماری حقیقی منزل کے راہنما ہیں۔ نمائندہ ڈیلی میل لندن لکھتا ہے 24 اگست کو لاہور میں خون سے رنگی ہوئی ٹرین نمبر 15 اپ پہنچی تھی جس کے ہزاروں مسلمان مسافروں کو ریاست پٹیالہ میں واقعہ سہند اجنکشن پر بے دریغ تہ تیغ کر دیا گیا تھا۔ اس گاڑی سے صرف آٹھ مسلمان اتارے گئے جو بری طرح مجروح ہو چکے تھے۔ یہ گاڑی نو ڈبوں پر مشتمل تھی جس پر تین ہزار مسافر آسانی سے سوار ہو سکتے تھے۔ میں نے لاہور سے ادھر جا بجا ایسے مناظر دیکھے جو زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ پناہ ڈھونڈنے والے مسلمانوں کو ہر جگہ وہی کچھ پیش آ چکا ہے جو اٹھنڈا میں گزرا۔ گدھوں کے غول ہر گاؤں کے قریب، ریلوے لائن کے نزدیک اکٹھے ہو رہے تھے، فیروز پور کے مکانات سے ابھی تک شعلے اٹھ رہے تھے، کتے انسانی لاشوں کو جھنجھوڑ رہے تھے...... ہماری ٹرین سے ذرا فاصلے پر انسانی لاشوں کا ایک ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ میرے دیکھتے دیکھتے پولیس کے دو سپاہی وہاں مزید لاشوں سے بھری ہوئی ایک گاڑی لائے۔ لاشیں اس ڈھیر پر پھینک دی گئیں۔ لاشوں کے ڈھیر پر ایک انسان ابھی زندہ پڑا کراہ رہا تھا۔ پولیس کے سپاہیوں نے اسے دیکھا، لیکن وہ اپنی لائی ہوئی لاشیں ڈھیر پر پھینک کر چلتے بنے۔ سسکتے اور کراہتے ہوئے انسان کو وہیں چھوڑتے گئے۔ ایک مسلمان کسان خاک و خون میں غلطاں اس ڈھیر سے تھوڑے فاصلے پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ اس کے گلے سے خون جاری تھا۔ اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے تھے، اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ زمین پر ایک کتا اور درخت پر ایک گدھ اس کی موت کے انتظار میں اسے بے تابی کے ساتھ گھور رہے تھے۔

اخراجِ اسلام از ہند.... ”ز الف“ ”نمائندہ ڈیلی میل، لندن

انگریز کے بعد اب ایک سکھ کی زبانی بھی سنیے کہ آزادی کی نعمت کیسے ملی تھی وہ کہتا ہے
جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے معتبر دوستوں سے ان ہولناک مظالم کی بابت سنا ہے، اس کی یاد بدن کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے، مشرقی پنجاب کے لوگوں نے بے گناہ انسان اور معصوم بچوں پر اتنے مظالم ڈھائے ہیں کہ ان کا کبھی کسی کو تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا، بچوں کو ان کے روبرو برچھیوں اور بھالوں پر چڑھا کر مار دیا گیا اور زندہ انسانوں کو جلتی آگ میں ڈال کر بھون دیا گیا۔
جب خون بہہ رہا تھا..... ابو سعید بزمی، بحوالہ سردار بشن سنگھ۔ ایل۔ اے انڈیا۔ ایسے ہی دردناک واقعات کپور تھلہ میں تھے، جہاں سکھ قاتل ایسے بھی تھے جو ایک ایک عضو کاٹ کر مقتول کے تڑپنے سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ظالم، بچوں کو کرپان کی نوک سے قتل کرتے، پاؤں تلے روندتے، ابھار کر بلم کی نوک پر دبوچتے اور کہتے:
”یہ ہے تمہارا پاکستان۔“

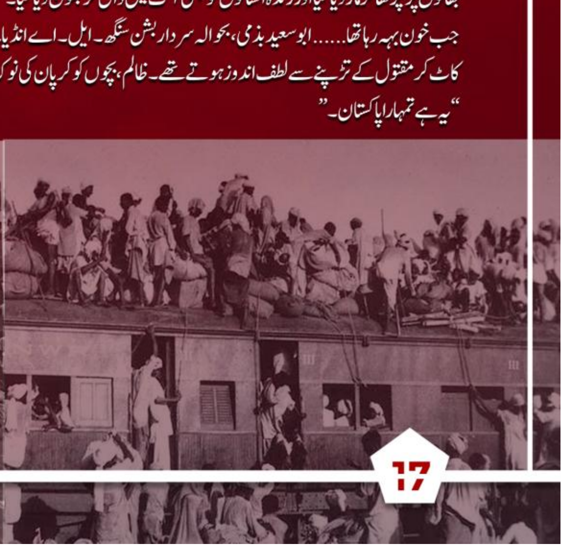

محشرِستانِ کپور تھلہ......امام دین سیکرٹری سٹیٹ مسلم لیگ کپور تھلہ

اور ظلم کی یہ داستانیں امر تسر میں بھی رقم ہو رہی تھیں
جہاں بازار بکر داناں، کوچہ رنگریزاں میں وہ قہر ڈھایا کہ پناہ بخدا۔ دکانوں کو لوٹا، زن و مرد اور بچوں کو جو ہاتھ آئے نہایت بے دردی سے ذبح کیا۔ نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کے پستان کاٹے، ان کے ہار بنائے، گلے میں ڈال کر وحشیوں نے رقصِ ناچ کیا...... مسجدِ غزنویہ میں گیارہ نوجوان لڑکیوں کی درد انگیز لاشیں اپنی مظلومیت کا صورتِ حال سے اظہار کر رہی تھیں۔

امرتسر میں خون کی ہولی...... فرخ امرتسری

یہ واقعات یہ داستانیں آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اگر ہم ان قربانیوں کو یاد رکھیں گے تو حقیقی آزادی کو پالیں گے۔ منزل کے نشان اب بھی باقی ہیں بس درست راستے کا تعین باقی ہے ہم نے وطن کی ظاہری آزادی کو تو اپنالیا مگر حقیقی آزادی کو فراموش کر دیا ہے جب تک ہم اس ملک کے قیام کے حقیقی مقصد—یعنی ایک منصفانہ اور باکردار معاشرے کے قیام کو نہیں پہچانتے، ہمارا یہ جشن ایک روایتی تماشے سے زیادہ کچھ نہیں۔
سچی آزادی تب ہو گی جب ہم اپنے کھوئے ہوئے راستے کو دوبارہ تلاش کریں گے اور اس سرزمین کو اس کے حقیقی مقصد کی سانچے میں ڈھالیں گے۔

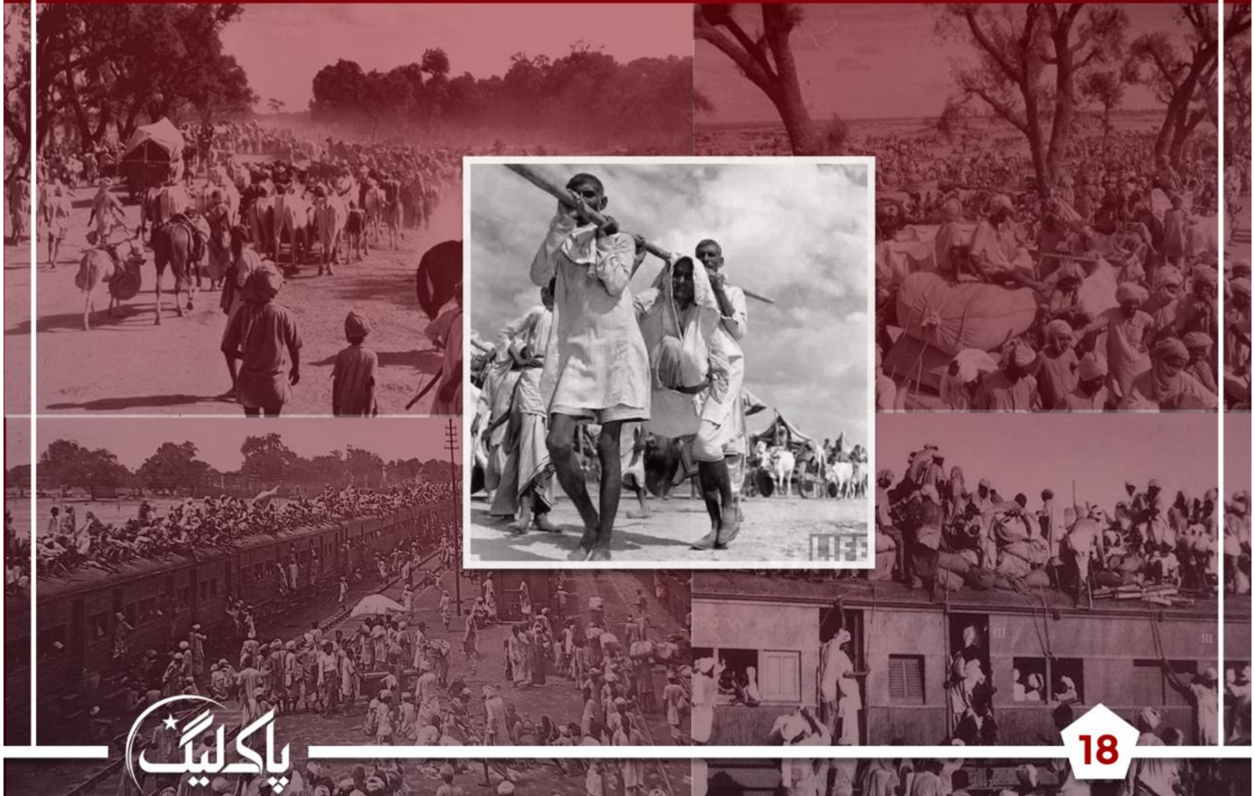

سیلاب و آفات، (شعبۂ خدمتِ خلق) پاکستان مرکزی مسلم لیگ کی تیاری اور خدمات

حمزہ شاہد

قدرتی آفات، خصوصاً سیلاب، کلاؤڈبرسٹ، لینڈ سلائیڈنگ اور دیگر ہنگامی حالات، نظامِ قدرت کا حصہ ہیں۔ جب کبھی ایسی آزمائشیں آتی ہیں تو انسان کی اصل عظمت اس کے مال و منصب سے نہیں بلکہ اس کے کردار، ایثار اور خدمتِ خلق سے پہچانی جاتی ہے۔ اسلام نے دکھی انسانیت کی مدد کو عبادت قرار دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان مرکزی مسلم لیگ نے خدمتِ انسانیت کو اپنی سیاست اور سماجی جدوجہد کا بنیادی ستون بنایا ہے۔ اس جماعت کا شعبۂ خدمتِ خلق ہر مشکل گھڑی میں متاثرہ افراد کی مدد کو اپنا دینی، قومی اور اخلاقی فریضہ سمجھتا ہے۔

موسمیاتی تبدیلی اب صرف سائنسی مباحث کا موضوع نہیں رہی بلکہ پاکستان کے لیے ایک تلخ حقیقت بن چکی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں غیر معمولی بارشیں، کلاؤڈبرسٹ، دریاؤں اور برساتی نالوں میں اچانک طغیانی اور تباہ کن سیلاب اس حقیقت کو بارہا ثابت کر چکے ہیں۔ ماہرین نے رواں سال بھی شدید سیلابی خطرات کی پیش گوئی کی تھی، اسی لیے شعبۂ خدمتِ خلق پاکستان مرکزی مسلم لیگ نے ہمیشہ کی طرح کسی سانحے کا انتظار کرنے کے بجائے پیشگی تیاری کو ترجیح دی۔

جون 2026ء میں چیئرمین شعبۂ خدمتِ خلق، چوہدری شفیق الرحمن وڑائچ کی زیرِ صدارت ہونے والے مرکزی اجلاس میں ملک بھر کے ممکنہ سیلابی علاقوں میں پری فلڈ موک ایکسرسائز منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ رضاکاروں اور ریسکیو ٹیموں کو عملی تربیت دی جا سکے۔ اس فیصلے کے پیچھے گزشتہ برسوں کے تلخ تجربات تھے، جب کلاؤڈبرسٹ، غیر معمولی بارشوں اور آبی ریلوں نے ہزاروں خاندانوں کو متاثر کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر خدانخواستہ کوئی ہنگامی صورتحال پیدا ہو تو امدادی کارروائیوں میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ ہو۔

یہ تیاریاں ابھی جاری تھیں کہ 26 جون کو چلاس کے علاقے تھور میں کلاؤڈبرسٹ کے نتیجے میں شدید سیلابی ریلا آیا، جس نے سینکڑوں گھروں کو نقصان پہنچایا اور بے شمار خاندانوں کو بے گھر کر دیا۔ اطلاع ملتے ہی شعبۂ خدمتِ خلق کی امدادی ٹیمیں روانہ ہو گئیں۔ اسلام آباد، لاہور، حافظ آباد، ڈی آئی خان اور گجرات سے آنے والے رضاکاروں نے مشترکہ طور پر ریسکیو اور ریلیف آپریشن میں حصہ لیا۔ متاثرہ علاقوں کا تفصیلی سروے کرنے کے بعد سینکڑوں خاندانوں میں خشک راشن، بچوں کا دودھ، ملبوسات، خیمے، مچھر دانیاں، برتن اور دیگر ضروری سامان تقسیم کیا گیا، جبکہ مختلف مقامات پر مفت طبی کیمپ لگا کر مریضوں کو ادویات اور طبی سہولیات بھی فراہم کی گئیں۔

ادھر ملک کے مختلف حصوں میں پری فلڈ موک ایکسرسائز کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لاہور، جھنگ، ملتان، بہاولپور، ساہیوال، شیخوپورہ، چنیوٹ، فیصل آباد، سوات، نوشہرہ اور دیگر اضلاع میں دریاؤں اور نہروں کے کنارے عملی مشقیں منعقد کی گئیں۔ ان مشقوں میں فلڈ ریسکیو، بوٹ ہینڈلنگ، ڈائیونگ، سرچ اینڈ ریسکیو، فرسٹ ایڈ اور جدید ریسکیو آلات کے استعمال کی تربیت دی گئی تاکہ رضاکار کسی بھی ہنگامی صورتحال میں فوری اور مؤثر انداز میں خدمات انجام دے سکیں۔

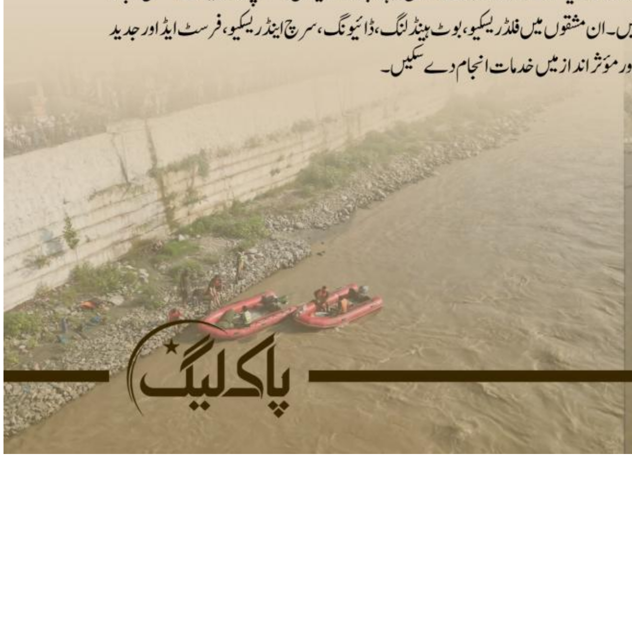

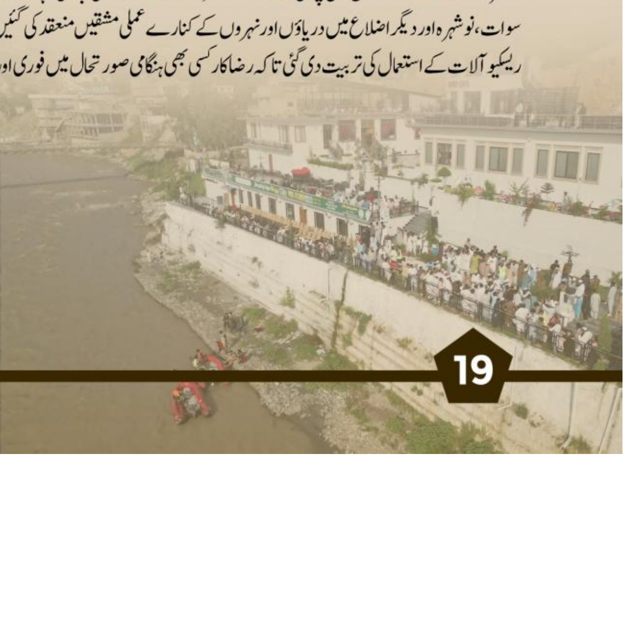

ان سرگرمیوں میں ریسکیو 1122، ضلعی انتظامیہ، مختلف سرکاری اداروں، تاجروں، سماجی تنظیموں اور مقامی افراد نے بھی بھرپور دلچسپی کا اظہار کیا۔ مختلف اضلاع کے ڈپٹی کمشنرز اور اسسٹنٹ کمشنرز نے ان مشقوں کا مشاہدہ کیا اور شعبۂ خدمتِ خلق کی پیشگی تیاریوں اور منظم رضاکارانہ نظام کو سراہا۔

25 جولائی کو مون سون بارشوں کے باعث جموں وکشمیر سے آنے والے برساتی نالوں میں شدید طغیانی پیدا ہوئی۔ نالہ ڈیک، نالہ ایک، نالہ بھیڑ سمیت متعدد برساتی نالوں نے خطرناک صورتحال اختیار کرلی، جس کے نتیجے میں شیخوپورہ، نارنگ منڈی، مریدکے، پٹھان کالونی اور گوجرانوالہ کے کئی علاقے زیرِ آب آگئے۔ ہزاروں افراد گھروں میں محصور ہوگئے اور سینکڑوں خاندانوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنا ناگزیر ہوگیا۔

اس نازک موقع پر مسلم ریسکیو مشن اور شعبۂ خدمتِ خلق کی ٹیمیں اسی رات میدانِ عمل میں پہنچ گئیں۔ ریسکیو بوٹس کے ذریعے ہزاروں افراد کو محفوظ مقامات تک منتقل کیا گیا، بڑی تعداد میں فوڈ پیکٹس تقسیم کیے گئے، موبائل میڈیکل یونٹس کے ذریعے متاثرین کو مفت طبی سہولیات فراہم کی گئیں، جبکہ بیوہ خواتین، یتیم بچوں اور مستحق خاندانوں تک راشن اور دیگر ضروری امدادی سامان بھی پہنچایا گیا۔ کئی روز تک یہ امدادی سرگرمیاں مسلسل جاری رہیں اور رضاکار دن رات خدمتِ خلق میں مصروف رہے۔

4 اگست کو کلاؤڈ برسٹ کے باعث چترال کے نواحی علاقوں میں ایک اور تباہ کن سیلابی ریلا آیا، جس سے مکانات، مساجد، پل اور رابطہ سڑکیں متاثر ہوئیں۔

شعبۂ خدمتِ خلق کی امدادی ٹیمیں فوری طور پر وہاں بھی پہنچیں، محصور افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل کیا گیا اور متاثرہ خاندانوں میں پکا ہوا کھانا، راشن اور دیگر ضروری اشیائے ضروریہ تقسیم کی گئیں۔

قدرتی آفات کو روکا نہیں جاسکتا، لیکن ان کے نقصانات کو بروقت منصوبہ بندی، پیشگی تیاری، جدید تربیت اور منظم رضاکارانہ نظام کے ذریعے نمایاں حد تک کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔

پاکستان جیسے ملک میں، جہاں ہر سال کسی نہ کسی شکل میں قدرتی آفات جنم لیتی ہیں، وہاں ریاستی اداروں کے ساتھ ساتھ فلاحی تنظیموں، تربیت یافتہ رضاکاروں اور مقامی کمیونٹی کا کردار غیر معمولی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

شعبۂ خدمتِ خلق پاکستان مرکزی مسلم لیگ مستقبل میں بھی اسی جذبۂ خدمت کے ساتھ عوام کی خدمت جاری رکھنے کے عزم پر قائم ہے۔ ادارہ نہ صرف ہنگامی امدادی سرگرمیوں کو مزید مؤثر بنانے کے لیے کوشاں ہے بلکہ فرسٹ ایڈ، ڈیزاسٹر مینجمنٹ، سرچ اینڈ ریسکیو اور عوامی آگاہی کے پروگراموں کو بھی وسعت دے رہا ہے تاکہ ہر شہری مشکل وقت میں اپنی اور دوسروں کی جان بچانے میں مثبت کردار ادا کرسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پاکستان کو ہر قسم کی قدرتی آفات سے محفوظ رکھے، ہمارے وطن میں امن، استحکام اور خوش حالی عطا فرمائے، اور ہمیں خدمتِ خلق کے اس عظیم جذبے پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔

تحریر: طٰہٰ منیب

آزاد خطے کا الیکشن،

ایک حلقہ جو سارے جہاں کا مرکز بن گیا، سب کچھ بے نقاب کر گیا

سیاست کے میدان میں سرگرمِ عمل اور اسے نظریۂ پاکستان پر استوار و مربوط کرنے میں مصروفِ عمل پاکستان مرکزی مسلم لیگ نے آزاد ریاست کے قانون وضوابط کے تحت آزاد جموں وکشمیر کے انتخابات میں کرسی کے نشان پر انتخاب میں حصہ لینے والی جموں وکشمیر یونائیٹڈ مومنٹ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

اس بار آزاد ریاست کے انتخابات تین مراحل میں کرانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ پہلے مرحلے میں میرپور ڈویژن، دوسرے مرحلے میں مہاجرینِ جموں وکشمیر کی 12 نشستوں سمیت مظفر آباد ڈویژن، جبکہ اگلے مرحلے میں راولاکوٹ کے انتخابات کا اعلان ہوا۔ مہاجرین کی نشستوں پر مرکزی مسلم لیگ نے خیبر پختونخوا، گوجرانوالہ، کراچی اور نارووال میں اپنے چار امیدوار کھڑے کیے، لیکن پاکستان مرکزی مسلم لیگ کی سیاسی سرگرمی کا مرکز ایل اے 37 جموں 4 کا حلقہ تھا، جہاں جموں وکشمیر یونائیٹڈ مومنٹ کی انتخابی مہم نے ہی نارووال ضلع پر قابض ن لیگ کے سیکرٹری جنرل اور موجودہ وفاقی وزیرِ منصوبہ بندی احسن اقبال کے اوسان خطا کر دیے تھے۔

جموں وکشمیر یونائیٹڈ مومنٹ کی نارووال نشست پر عثمان علیم کو امیدوار مقرر کیا گیا، جنہیں سارا علاقہ محبت سے ”مسلم بھائی“ کے نام سے پکارتا ہے اور جو گزشتہ انتخابات میں بھی اسی نشست سے امیدوار تھے۔ موٹر سائیکل سوار، ایک عام دیہی خاندان سے تعلق رکھنے والے، سیدھے سادے لیکن ہنس مکھ، ہر بڑے، چھوٹے، بچے، بزرگ، ریڑھی بان اور دکاندار سے مسکرا کر ملنے والے، اعلیٰ تعلیم یافتہ، ماس کمیونیکیشن میں ایم فل اور لیڈز یونیورسٹی لاہور میں لیکچرار ہیں۔

دوسری جانب ن لیگ نے حسبِ سابق اپنے پانچ مرتبہ کے فاتح، روایتی وخاندانی اور بدنامِ زمانہ خاندان میاں رشید کی بہو کو ٹکٹ دیا، جن کے مبینہ ظلم وستم اور کارستانیوں سے حلقے کے عوام پہلے ہی نالاں تھے۔

انتخابات کے اعلان کے ساتھ ہی مقامی مرکزی مسلم لیگ کے ضلعی سیکرٹری جنرل عرفان مہیس کی قیادت میں زبردست انتخابی مہم شروع کر دی گئی۔ عرفان مہیس گزشتہ چند برسوں سے احسن اقبال کے مبینہ سیاہ کارناموں کو بے نقاب کر کے مضبوط اپوزیشن کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابات کے اعلان اور مرکزی مسلم لیگ کی ابتدائی مہم نے ہی احسن اقبال کی عوام دشمن پالیسیوں سے نالاں ضلع کی دیگر جماعتوں کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ مرکزی مسلم لیگ کے حمایت یافتہ عثمان علیم کی حمایت کریں۔

انتخابات سے دو ہفتے قبل شہر کے دو بڑے سیاسی نام، سابق وفاقی وزیر دانیال عزیز اور تحریکِ لبیک کے واحد ایم پی اے محمود سنگرا ں، نے صحافیوں کی ایک پُرہجوم پریس کانفرنس میں مرکزی مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی نارووال میں مہاجرین کی اس نشست پر ہونے والے انتخاب میں ہلچل مچ گئی۔ بعد ازاں روزانہ کی بنیاد پر مختلف دھڑوں اور یونین کونسل چیئرمینوں کی شمولیت نے کرسی کی انتخابی مہم کو مزید تیز کر دیا۔ گو کہ دیگر جماعتوں، جن میں پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی سمیت کچھ آزاد امیدوار بھی شامل تھے، میدان میں موجود تھیں، لیکن سب کو معلوم تھا کہ اصل مقابلہ کن کے درمیان ہے اور کس کا کس سے جوڑ پڑنے والا ہے۔

ضلع بھر میں پھیلے ایک لاکھ گیارہ ہزار ووٹروں پر مشتمل مہاجرین کی یہ سب سے بڑی نشست پورے خطے کے تمام حلقوں میں توجہ کا مرکز بن گئی۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے تبصرے، پولز اور سروے کرسی کی جیت کی پیش گوئی کر رہے تھے۔ سونے پر سہاگہ، انتخابی جلسوں میں عوامی شرکت نے اس تاثر کو مزید تقویت دی کہ ایل اے 37 میں کرسی کی جیت یقینی ہے۔

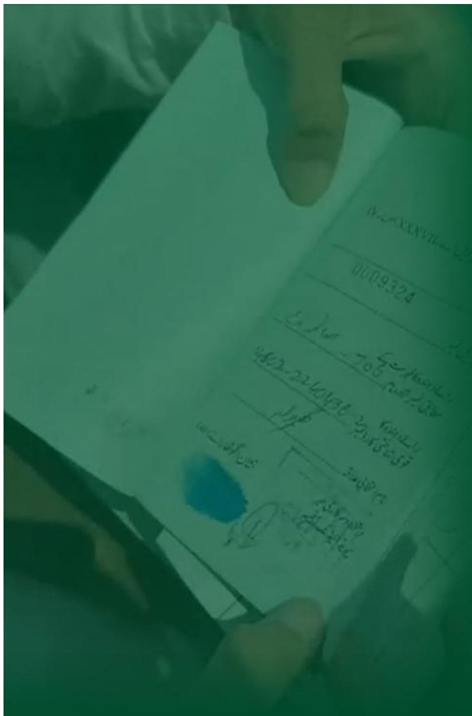

احسن اقبال نے اپنے اثر و رسوخ سے ضلعی انتظامیہ اور وسائل کا نہ صرف مبینہ طور پر بے دریغ استعمال کرتے ہوئے شیر کی مہم چلائی بلکہ کرسی کی حمایت میں آنے والے ووٹروں اور سپورٹرز کے خلاف دھمکیوں اور ڈراوے کے الزامات بھی سامنے آئے، حتیٰ کہ دفعہ 302 کے تحت ایف آئی آرز بھی درج کی گئیں۔ اسی طرح کرسی کے تشہیری مواد، پوسٹروں اور ہینگرز کو بھی ہٹایا، پھاڑا اور اتارا جاتا رہا۔ ڈی پی او اور ایس ایچ اوز پر بھی یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ ن لیگ کی انتخابی مہم چلاتے رہے، جبکہ مرکزی مسلم لیگ کے جلسوں میں بھی امن و امان کا بہانہ بنا کر جلسوں کے این او سی دینے سے انکار کرتے رہے۔

جمعہ، 31 جولائی کو انتخابی مہم کے آخری روز حلقے کے مرکز ظفروال میں سرکاری ملازمین کی حاضری سے بھرپور ن لیگ کے جلسے کے برعکس مرکزی مسلم لیگ کے جلسے میں عوامی شرکت اور جوش و خروش دیدنی تھا۔ پیر اعجاز الحسن شاہ، جو حلقے میں عوامی اثر و رسوخ رکھتے ہیں، ان کی شرکت اور حمایت کے ساتھ ہی ایسا محسوس ہونے لگا کہ فتح کا تاج کرسی کے سر رکھا جائے گا۔

2 اگست کو انتخابات کے دن کا آغاز پُرامن طریقے سے ہوا۔ پولنگ کا عمل بھرپور انداز میں جاری تھا۔ حلقہ بھر میں صرف دو جماعتیں ایسی تھیں جنہوں نے تقریباً تمام 185 پولنگ اسٹیشنوں پر اپنے کیمپ لگا رکھے تھے، تاہم مرکزی مسلم لیگ کے کیمپ سب سے زیادہ آباد تھے۔ راہ چلتے جس سے بھی ووٹ کے بارے میں پوچھا جاتا، زیادہ تر جواب ”کرسی“ ہی ہوتا۔

دوپہر ہوتے ہی جب ن لیگ کے کرتا دھرتاؤں نے دیکھا کہ نتائج ان کے حق میں اچھے نہیں آ رہے تو ن لیگ پر روایتی دھونس، دھاندلی اور ہتھکنڈوں پر اتر آنے کے الزامات لگنے لگے۔ ن لیگ کے ایم این ایز اور ایم پی ایز پر سرکاری وسائل اور پولیس پروٹوکول کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے پولنگ اسٹیشنوں پر دھاوا بولنے، پولنگ عملے کو ڈرانے دھمکانے اور مرکزی مسلم لیگ کے مرد و بالخصوص خواتین پولنگ ایجنٹس کو پولنگ اسٹیشنوں سے زبردستی نکالنے کے الزامات عائد کیے گئے۔ اس کے ساتھ ہی متعدد پولنگ اسٹیشنوں پر مبینہ طور پر بوگس ووٹ ڈالے جاتے رہے۔

کچھ پولنگ اسٹیشنوں پر مرکزی مسلم لیگ کے امیدوار عثمان علیم اور دیگر پولنگ ایجنٹس نے نہ صرف مبینہ دھاندلی کو روکنے کی کوشش کی بلکہ اس کے ویڈیو ثبوت بھی بنائے گئے۔ اس مبینہ دھاندلی کی وجہ سے متعدد پولنگ اسٹیشنوں پر پولنگ کا عمل متاثر رہا۔ اس دھاندلی کی سرپرستی پسِ پردہ احسن اقبال اور ان کے فرزند احمد اقبال، جبکہ سامنے رانا منان جیسے افراد کر رہے تھے، جن پر مختلف سنگین الزامات عائد کیے جاتے رہے ہیں۔ ان افراد پر دن بھر متعدد پولنگ اسٹیشنوں کو یرغمال بنانے کے الزامات بھی سامنے آئے۔

پولنگ کا وقت مکمل ہونے کے بعد بھی مبینہ بے ضابطگیوں کا سلسلہ جاری رہا، بلکہ مزید تشویش کی بات یہ تھی کہ آدھے سے زیادہ پولنگ اسٹیشنوں پر فارم 24 تک فراہم نہیں کیے گئے۔

اسی طرح آر او آفس میں ہر امیدوار کی موجودگی آئینی اور قانونی طور پر جائز و درست ہے، مگر جموں و کشمیر یونائیٹڈ موومنٹ کے امیدوار اور ان کے پولنگ ایجنٹس کو اندر جانے سے بھی منع کر دیا گیا، جس پر مرکزی مسلم لیگ کے کارکنان اور ووٹروں نے آر او آفس نارووال کے باہر زبردست احتجاجی دھرنا دیا۔

دوسری طرف، احسن اقبال کی مبینہ نگرانی میں ضلعی انتظامیہ، ڈی پی او اور آر او نے مبینہ طور پر یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے، تقریباً چھ ہزار ووٹوں کی برتری کے ساتھ، مکمل گنتی، فارمز کی وصولی اور دستخطوں کے بغیر نتائج کا اعلان کر کے اپنی امیدوار مریم جاوید کو فاتح قرار دے دیا۔

جموں وکشمیر یونائیٹڈ موومنٹ نے ان مبینہ جعلی اور دھاندلی زدہ نتائج کو مسترد کر دیا۔ اس سلسلے میں لاہور میں بھی مرکزی مسلم لیگ اور جموں وکشمیر یونائیٹڈ موومنٹ کی قیادت نے سابق وفاقی وزیر دانیال عزیز کے ہمراہ قومی میڈیا کے سامنے مبینہ دھاندلی کے دستاویزی ثبوت پیش کیے۔ یہی نہیں، اسی دن پیپلز پارٹی سندھ کے وزیرِ اطلاعات شرجیل میمن نے بھی ن لیگ کی مبینہ دھاندلی کو عیاں کرتی عثمان علیم کی ویڈیوز قومی وبین الاقوامی میڈیا کے سامنے پیش کیں۔

اس پریس کانفرنس کے بعد مرکزی مسلم لیگ کے امیدوار عثمان علیم نے 4 اگست کو آزاد کشمیر الیکشن کمیشن، مظفر آباد میں مبینہ دھاندلی زدہ پولنگ اسٹیشنوں پر دوبارہ پولنگ کی درخواست دائر کی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ پہلے سے ہی گھٹن زدہ ماحول میں منعقد ہونے والے ان انتخابات میں، اگر 50 فیصد سے زائد، یعنی 56 ہزار کے ٹرن آؤٹ والے حلقے میں ہونے والی مبینہ دھاندلی کو مسترد کر کے دوبارہ انتخابات نہ کروائے گئے تو مہاجرین کی سب سے بڑی نشست کے اس حلقے کے پہلے سے پریشان ووٹروں کا اعتماد مزید مجروح ہوگا۔ ایک ایسے وقت میں، جب وزیرِ داخلہ اور موجودہ حکومت کے کرتا دھرتا محسن نقوی "سسٹم کولیپس" کی بات کر رہے ہیں، اس حلقے کے ووٹروں کو صاف وشفاف انتخابی عمل کا حق دینا ہی وقت کی ضرورت ہے۔

یہاں ہونے والی اس سیاسی سرگرمی نے جہاں جموں وکشمیر یونائیٹڈ موومنٹ اور پاکستان مرکزی مسلم لیگ کے جوش وخروش اور حوصلے میں بے پناہ اضافہ کیا، وہیں اس انتخابی عمل اور اقتدار پر دہائیوں سے قابض جماعتوں کی اصلیت کو بھی خوب بے نقاب کر دیا کہ ان لوگوں کا عوام سے کوئی تعلق نہیں۔ عوام اور ان کے درمیان جہاں بُعد المشرقین ہے، وہیں قوم وعوام کی خدمت کی سیاست ہی عوام کے قریب تر ہے اور لوگ اسی سے اپنی امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ مخالفین کے ایسے اوسان خطا ہوئے کہ وہ بمشکل چھ ہزار ووٹوں کے فرق سے جیت کا اعلان کر سکے۔

اس حلقے کا ایک انتخاب جہاں سارے جہاں کی توجہ کا مرکز بنا، وہیں یہ بہت کچھ بے نقاب بھی کر گیا، جو بظاہر ہارنے بلکہ "ہرائے جانے" والوں کی بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

کشمیریوں کا احتجاج

تم بات کیوں نہیں کرتے؟

فیصل ندیم
صدر سندھ
مرکزی مسلم لیگ

تم کہتے ہو ہم کشمیر کی بات نہیں کر رہے جبکہ ہم کہتے ہیں تم کشمیر کی بات نہیں کر رہے تم بجلی کی بات کرو گیس کی بات کرو آٹے پر سبسڈی نوکری روزگار کی بات کرو کسی بات پر اعتراض نہیں ہم کہتے ہیں سب ملنا چاہیے لیکن اگر یہ اسٹیج کشمیر کا ہے تو اس پر سید علی گیلانی کی بات کیوں نہیں ہے اس پر آسیہ اندرابی، مسرت عالم بٹ، شبیر شاہ اور یاسین ملک کی بات کیوں نہیں ہے تم ہر روز تقریرین کرتے ہو کسی ایک مقرر کو تم بھارتی مقبوضہ کشمیر کے تزکرے کیلئے مقرر کیوں نہیں کرتے تمہارا اسٹیج برہان وانی اور دیگر شہدائے کشمیر کے تزکرے سے کیوں خالی رہتا ہے تم کشمیر پر بھارتی مظالم کی بات کیوں نہیں کرتے تم پاکستان سے اٹھنے والے ان بیٹوں کا ذکر کیوں نہیں کرتے جو ہزاروں کی تعداد میں اٹھے اور کشمیریوں پر مظالم ڈھاتی بھارتی ظالم فوج کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تم مقبوضہ کشمیر کے اس قبرستان شہداء کی بات کیوں نہیں کرتے جو پاکستان سے آنے والے مہمان نوجوانوں کی قبروں سے بھرا ہوا ہے تم کہتے ہو یہ کشمیر کا اسٹیج ہے لیکن ہم نے تو کشمیر کا اسٹیج جب بھی دیکھا تو اس پر نعرہ سنا پاکستان سے رشتہ کیا لا الہ الا اللہ ہاں ہم نے کشمیر میں بھارتی فوج کے ہاتھوں شہید ہونے والے نوجوانوں کے پاکستانی پرچم سے ڈھکے جنازے بھی دیکھے اور ان جنازوں میں ہزاروں کشمیریوں کے لبوں پر مچلتا نعرہ کشمیر بنے گا پاکستان بھی سنا تو پھر بتاؤ تمہارے اسٹیج پاکستانی پرچم سے خالی کیوں لا الہ الا اللہ کے نعروں سے خالی کیوں مسلمانوں کی اس باہمی اخوت کے تزکرے سے خالی کیوں کہ جس کو بیان کرتے کرتے سید علی گیلانی اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تو پھر بتاؤ تمہارا اسٹیج کشمیر کا اسٹیج کیسے ہے سچ بتاؤ کہ اگر کشمیر کے مطالبات وہی ہیں جو تمہارے ہیں تو تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تحریک آزادی کشمیر کے رہنماؤں نے بھارت سے گیس بجلی آٹے روزگار اور کاروبار کے مطالبات کب کیے وہ تو یہ ساری چیزیں قربان کر کے بھی لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر کلمہ والے پاکستان سے الحاق کی بات کرتے رہے اور تم۔۔۔۔۔۔۔؟؟؟؟؟ ہمیں طعنے گالیاں دینے ہیں دیے چلے جاؤ ہم شکوہ نہیں کریں گے بلکہ ہم تمہارے آتے دال سبزی بجلی پانی روزگار کے ہر مطالبے میں تمہارے ساتھ کھڑے ہوں گے لیکن جہاں مسئلہ آیا اسلامی اخوت کا پاکستان سے محبت کا بھارت کی مذمت اور مرمت کا اور تم نے تحریک آزادی کشمیر کے عظیم رہنماؤں کا راستہ چھوڑ کر تقسیم تفریق اور انتشار کی بات شروع کی اور ایسا موقف اپنایا کہ جس کا فائدہ کشمیریوں کا قاتل مودی اٹھانے لگے تو پھر تم کون تو ہم کون۔۔۔ الحمدللہ ہم کشمیر کو پاکستان کی شہہ رگ سمجھتے ہیں کل بھی تحریک آزادی کشمیر کے ساتھ تھے آج بھی ہیں اور آخری سانس تک رہیں گے اپنے مال کے ساتھ اپنی جان کے ساتھ لیکن یہ ساتھ سید علی گیلانی کے کشمیر کے ساتھ ہے آسیہ اندرابی کے کشمیر کے ساتھ ہے یاسین ملک مسرت عالم بٹ اور یاسین ملک کے کشمیر کے ساتھ ہے برہان وانی جیسے جری جوان کے کشمیر کے ساتھ ہے جو اپنی جان تو قربان کر گیا اپنے دین اور پاکستان سے محبت پر کوئی آنچ نہیں آنے دی ہم ان شاءاللہ کشمیر کے ساتھ ہیں لیکن یہ ساتھ کسی مفاد پرست فتنہ پرور اور ملک و ملت کو نقصان پہنچا کر دشمن کے ایجنڈے کی تکمیل کرنے والے کسی ناہنجار کے ساتھ نہ پہلے کبھی تھا نہ آئندہ ہو گا۔ ان شاءاللہ کشمیر زندہ باد پاکستان پائندہ باد،

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کشمیریوں سے رشتہ کیا لا الہ الا اللہ

مہنگائی اور بھاری ٹیکسوں کا عذاب
پاکستان مرکزی مسلم لیگ بنی عوام کی آواز

پاکستان اس وقت مہنگائی، بھاری ٹیکسوں، توانائی کے بڑھتے بھاری نرخوں اور روزگار کے سکڑتے ہوئے ذرائع کے ایک ایسے دور سے گزر رہا ہے جس نے عام آدمی کی زندگی کو شدید مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔ بجلی ہو یا گیس، پٹرولیم مصنوعات ہوں یا اشیائے خورونوش، ادویات ہوں یا سفری اخراجات، ٹول ٹیکس ہو یا روزمرہ استعمال کی کوئی دوسری چیز، عوام کو مسلسل بڑھتے ہوئے زبردست اخراجات کا سامنا ہے۔
پاکستان بیورو آف شماریات کے بھی سرکاری تازہ دستیاب اعداد و شمار کے مطابق جون 2026 میں ملک میں عمومی مہنگائی کی سالانہ شرح گزشتہ شرح کے ساتھ مزید اضافی طور پر 11.07 فیصد رہی، جبکہ ہاؤسنگ، پانی، بجلی اور گیس کے شعبے میں سالانہ قیمتوں میں 15.50 فیصد اضافہ ہوا۔ ٹرانسپورٹ کے شعبے میں مزید سالانہ اضافہ 25.72 فیصد تک پہنچ گیا۔ یعنی عام شہری کے گھر کا بجٹ صرف اشیائے خورونوش ہی نہیں بلکہ بجلی، گیس اور سفر سمیت تقریباً ہر بنیادی ضرورت کے بڑھتے ہوئے اخراجات سے متاثر ہو رہا ہے۔

مہنگی بجلی، مہنگی پیداوار اور صنعتوں کا بحران

پاکستان کی معیشت کے لیے سب سے بڑا مسئلہ توانائی کی بلند لاگت بھی بن چکا ہے۔ بجلی کے بھاری بل نہ صرف گھریلو صارفین کو متاثر کر رہے ہیں بلکہ صنعت، زراعت، کاروبار اور برآمدی شعبے کی مسابقت کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں۔
جب ایک صنعت کو بجلی، گیس، پٹرول، ٹرانسپورٹ، خام مال، بینکنگ اور ٹیکسوں سمیت ہر مرحلے پر زیادہ لاگت برداشت کرنا پڑے تو اس کی تیار کردہ مصنوعات عالمی منڈی میں اپنے حریف ممالک کی مصنوعات کا مقابلہ کیسے کریں گی؟ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں پیداواری لاگت کا مسئلہ صرف صنعت کار کا مسئلہ نہیں بلکہ بالآخر مزید بڑھ جاتا ہے۔

ٹیکس پر ٹیکس، مگر عوام کو ریلیف کہاں؟

پاکستان میں مسئلہ صرف مہنگائی کا نہیں بلکہ اس بات کا بھی ہے کہ مہنگائی کے ساتھ ٹیکسوں اور مختلف لیویز کا بوجھ بھی عام آدمی پر منتقل ہوتا جا رہا ہے۔
پٹرولیم مصنوعات پر عائد لیوی اس کی ایک واضح مثال ہے۔ وفاقی بجٹ 2025-26 میں صرف پٹرولیم لیوی کی مد میں 1,468 ارب روپے کا تخمینہ رکھا گیا تھا۔
یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ جب حکومت آمدنی بڑھانے کے لیے پٹرول، بجلی، گیس اور مختلف خدمات پر ٹیکس اور لیویز عائد کرتی ہے تو اس کے مقابلے میں عوام کو بنیادی سہولیات، سستی توانائی، بہتر ٹرانسپورٹ، معیاری سڑکیں، صحت اور تعلیم کی سہولتیں کس حد تک فراہم کی جا رہی ہیں؟
ریاست کی آمدنی میں اضافہ اپنی جگہ ضروری ہے، لیکن ٹیکس کا نظام ایسا ہونا چاہیے جس میں بوجھ صرف تنخواہ دار، مزدور، کسان، چھوٹے تاجر اور عام صارف پر نہ پڑے بلکہ معیشت کے تمام طبقات اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ادا کریں۔

ٹول ٹیکس بڑھتا جا رہا ہے، سڑکوں کا معیار کہاں ہے؟

ملک کی قومی شاہراہوں اور موٹرویز پر سفر کرنے والے شہری ایک اور سوال بھی پوچھتے ہیں: اگر ٹول ٹیکس سڑکوں، پلوں اور انفراسٹرکچر کی تعمیر و مرمت کے لیے وصول کیا جاتا ہے تو اس کے مقابلے میں سڑکوں کا معیار اور دیکھ بھال اس معیار کی کیوں نہیں جس کی عوام توقع رکھتے ہیں؟
ٹول ٹیکس میں مسلسل اضافہ اس وقت مزید تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے جب مسافر کئی مقامات پر سڑکوں کی خستہ حالی، ٹوٹی ہوئی سطح، ناقص سروس ایریاز، صفائی کے مسائل اور دیگر بنیادی سہولتوں کی کمی دیکھتے ہیں۔

عوام کا بنیادی سوال یہی ہے کہ ٹیکس اور ٹول کی مد میں جمع ہونے والی رقوم کے استعمال میں مکمل شفافیت کیوں نہ ہو؟ ہر بڑے منصوبے کے اخراجات، وصول ہونے والے ٹول اور مرمت و دیکھ بھال پر خرچ ہونے والی رقم کی تفصیلات عوام کے سامنے ہونی چاہئیں تا کہ اعتماد بحال ہو۔

بجلی اور گیس کا بحران، صنعت اور روزگار کا بحران

مہنگی توانائی کا سب سے خطرناک اثر روزگار پر پڑتا ہے۔ جب فیکٹری کی پیداواری لاگت مسلسل بڑھتی ہے تو صنعت کار کے پاس عموماً تین راستے رہ جاتے ہیں: پیداوار کم کرنا، ملازمین کی تعداد گھٹانا یا کاروبار بند کرنا۔

اس کا نتیجہ صرف ایک فیکٹری کی بندش نہیں ہوتا بلکہ اس سے منسلک سینکڑوں چھوٹے کاروبار، ٹرانسپورٹرز، دکاندار، مزدور اور ہنر مند بھی متاثر ہوتے ہیں۔

پاکستان ایک نوجوان آبادی والا ملک ہے۔ یہاں روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اگر توانائی اور کاروباری لاگت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے تو نوجوانوں کے لیے ملک کے اندر روزگار پیدا کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جائے گا۔ یہی صورتحال لاکھوں ہنر مند پاکستانیوں کو بیرونِ ملک روزگار تلاش کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

عوام مشکل میں اور حکمران طبقے کے اخراجات؟

عوام کے لیے سب سے تکلیف دہ احساس یہ ہے کہ جب عام آدمی بجلی کا بل، پٹرول، آٹا، چینی، ادویات اور بچوں کی تعلیم کے اخراجات پورے کرنے کے لیے پریشان ہے تو حکمران اشرافیہ کے اخراجات، مراعات اور پروٹوکول پر سوالات بدستور موجود ہیں۔

ریاستی اداروں اور حکومتی طبقات کے اخراجات میں کفایت شعاری صرف اعلانات تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔ اگر حکومت عوام سے قربانی مانگتی ہے تو سب سے پہلے ریاستی اشرافیہ کو بھی اپنے اخراجات میں نمایاں کمی کا عملی ثبوت دینا چاہیے۔

قرض لے کر اخراجات چلانے اور پھر قرض اور اس کے مارک اَپ کی ادائیگی کے لیے مزید ٹیکس عائد کرنے کا سلسلہ مستقل حل نہیں ہو سکتا۔ خود حکومت کے مالیاتی دستاویزات میں بھی قرض، مالیاتی خسارے، توانائی کے شعبے اور سرکاری اداروں سے متعلق مالی خطرات کو اہم چیلنجز کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

عوامی مسائل پر پاکستان مرکزی مسلم لیگ کی مزاحمتی تحریک

ان حالات میں پاکستان مرکزی مسلم لیگ نے عوام پر بڑھتے ہوئے معاشی دباؤ، مہنگائی اور بھاری ٹیکسوں کے خلاف عوامی مزاحمت کی ایک تحریک جاری رکھی ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں لاہور میں ہونے والا منفرد اور مؤثر "سائیکل دھکا مارچ" خصوصی توجہ کا مرکز بنا۔ لاہور کی معروف ایجرٹن روڈ پر بڑی تعداد میں موٹر سائیکل سوار اپنی موٹر سائیکلیں دھکا دیتے ہوئے لاہور پریس کلب کے باہر پہنچے۔ وہاں احتجاجاً موٹر سائیکلوں کو زمین پر الٹا لٹایا گیا اور مہنگائی، بجلی و پٹرول کے بڑھتے ہوئے نرخوں اور حکومتی معاشی پالیسیوں کے خلاف شدید نعرے بازی کی گئی۔

پاکستان مرکزی مسلم لیگ کے مقامی رہنماؤں نے اس موقع پر خطاب کیا اور میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے عوامی مشکلات کو اجاگر کیا۔ احتجاج کی منفرد نوعیت کے باعث اسے قومی سطح پر نمایاں توجہ حاصل ہوئی اور عوام کے معاشی مسائل کی آواز وسیع پیمانے پر سامنے آئی۔

اس کے بعد لاہور کے مختلف علاقوں میں بھی عوامی احتجاج کا سلسلہ جاری رہا، جو بعد ازاں صوبہ سندھ تک پہنچا۔

کراچی، حیدرآباد اور سکھر میں بھی احتجاج

کراچی میں شاہراہِ قائدین پر پاکستان مرکزی مسلم لیگ کی جانب سے ایک بڑا دھرنا دیا گیا، جس میں شہر کے مختلف علاقوں سے شہریوں نے شرکت کی۔ خواتین اور بچے بھی پلے کارڈز اور بینرز کے ساتھ شریک ہوئے اور مہنگائی، بجلی، گیس اور پٹرول کی قیمتوں کے خلاف آواز بلند کی۔

حکومت کی جانب سے احتجاج کو روکنے کی کوششوں کے باوجود مظاہرین نے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ پاکستان مرکزی مسلم لیگ سندھ کے صدر فیصل ندیم نے احتجاج کی قیادت کی اور شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے عوامی مسائل کو حکومتی ایوانوں تک پہنچانے کے عزم کا اظہار کیا۔

بعد ازاں حیدرآباد اور سکھر میں بھی اسی سلسلے میں عوامی دھرنے اور احتجاجی پروگرام منعقد کیے گئے، جن میں شہریوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

رکشاڈرائیور بھی مہنگائی کے خلاف سڑکوں پر

پٹرول اور گیس کی قیمتوں میں اضافے سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے طبقات میں رکشاڈرائیور بھی شامل ہیں۔ ان کے لیے پٹرول، گیس، گاڑی کی مرمت اور روزمرہ اخراجات میں اضافہ براہِ راست آمدنی پر اثرانداز ہوتا ہے۔

اسی مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے لاہور میں ایک ہی دن تقریباً100 مقامات پر رکشاڈرائیوروں نے اپنے رکشوں سمیت احتجاج کیا۔ یہ احتجاج اس حقیقت کی علامت ہے کہ مہنگائی اب صرف متوسط طبقے تک محدود نہیں رہی بلکہ روزانہ اجرت اور روزانہ آمدنی پر زندگی گزارنے والے طبقات کے لیے بھی شدید معاشی دباؤ پیدا کر رہی ہے۔

"بہاولنگر میں "عوام بچاؤ مارچ

عوامی مسائل کی آواز بننے کے لیے ضلع بہاولنگر میں بھی ضلع کے سات شہروں میں "عوام بچاؤ مارچ" کا اہتمام کیا گیا۔

ضلعی سیکرٹری جنرل پاکستان مرکزی مسلم لیگ حافظ امیر حمزہ رافع کی قیادت میں ہونے والے ان مظاہروں میں عوام نے بھرپور شرکت کی۔ مرکزی قیادت کی جانب سے قاری محمد یعقوب شیخ، ڈاکٹر مزمل اقبال ہاشمی، حنظہ عماد اور دیگر رہنماؤں نے مختلف مقامات پر خطاب کیا اور مہنگائی، بھاری ٹیکسوں، بجلی و گیس کی قیمتوں اور عوام کو درپیش معاشی مشکلات کو اجاگر کیا۔

یہ تمام احتجاج دراصل ایک بڑے سوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں: آخر عوام کب تک مہنگائی کا بوجھ اٹھاتے رہیں گے ؟

عوام کو ریلیف نہیں، معاشی انصاف چاہیے

پاکستان کو صرف عارضی ریلیف پیکیجز نہیں بلکہ ایک مستقل اور بنیادی معاشی اصلاحاتی پالیسی کی ضرورت ہے۔ بجلی اور گیس کی قیمتیں پیداواری صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے کم کرنا، ٹیکس کا دائرہ وسیع کرنا، ٹیکس چوری روکنا، غیر ضروری سرکاری اخراجات کم کرنا، سرکاری اداروں میں اصلاحات لانا، صنعت کو سہولت دینا اور برآمدات بڑھانا ہی وہ اقدامات ہیں جو معیشت کو پائیدار بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔

عوام ٹیکس دینے سے انکار نہیں کرتے، لیکن عوام یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ان کے ٹیکس کا پیسہ شفاف انداز میں خرچ ہو۔ وہ سستی بجلی، بہتر سڑکیں، معیاری تعلیم، علاج، روزگار اور محفوظ مستقبل چاہتے ہیں۔

پاکستان کو ایسا معاشی نظام درکار ہے جس میں ریاست کی مضبوطی کا مطلب عوام پر مسلسل بوجھ ڈالنا نہ ہو بلکہ ریاست اپنے اخراجات کم کرے، اشرافیہ اپنی مراعات قربان کرے، ٹیکس نظام منصفانہ بنے، صنعت اور زراعت کو فروغ ملے اور عام آدمی کو عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع ملے۔

آج پاکستان کے عوام کا سب سے بڑا مطالبہ یہی ہے کہ مہنگائی کا بوجھ عوام پر ڈالنے کے بجائے اس نظام کی اصلاح کی جائے جو مہنگائی، قرض اور ٹیکسوں کے اس مسلسل چکر کو جنم دے رہا ہے۔

عوام کی آواز کو دبانے کے بجائے اسے سننا ہو گا، کیونکہ ایک مضبوط پاکستان کی بنیاد مضبوط معیشت اور مطمئن عوام ہی سے قائم ہو سکتی ہے

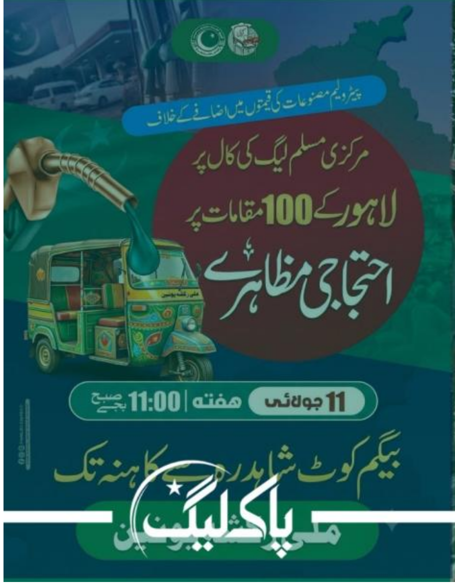

پاکستان کا مطلب کیا...... لا الٰہ الا اللہ
کے نعرے کا آغاز کب ہوا؟

پاکستان کا مطلب کیا۔۔۔لا الہ الا اللہ۔۔۔اس عنوان سے اصغر سودائی کی یہ وہ تاریخی نظم ہے جو تحریک پاکستان کے جلسوں میں اکثر پڑھی گئی۔۔۔اور سب سے پہلے پروفیسر ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے یہی نعرہ 23 مارچ 1940 کے تاریخی جلسے میں قائدین کو پیش کیا جو قبول ہوا۔۔۔جس سے ثابت ہوا کہ یہی پاکستان کے قیام کا مقصد تھا ورنہ پاکستان اتنے جلدی کبھی نہ بن سکتا۔اور یہی آج بھی پاکستان کی یکجہتی کی ضمانت ہے۔۔۔(ادارہ)

قرآن سے ہے اس کی بِنا
ایمان سے ہے نشو و نما
پاکستان ہے ملکِ خدا
پوچھے اگر دنیا تو بتا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

شبِ ظلمت میں گزاری ہے
اٹھ وقتِ بیداری ہے
جنگِ شجاعت جاری ہے
آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

چھوڑ تعلق داری چھوڑ
اُٹھ محمود بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ
غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

نغموں کا اعجاز یہی
نعرۂ سوز و ساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

تجھ میں ہے خالد کا لہو
تجھ میں ہے طارق کا لہو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو
شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

جرأت کی تصویر ہے تو
ہمتِ عالمگیر ہے تو
دنیا کی تقدیر ہے تو
آپ اپنی تقدیر ہے تو
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

پنجابی ہو یا افغان
مل جانا شرطِ ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان
حکم نبی (ﷺ) منشائے خدا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

اے اصغر! اللہ کرے
ننھی کلی پروان چڑھے
پھول بنے خوشبو مہکے
وقتِ دعا ہے، ہاتھ اُٹھا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ